قال امام الصوفیہ جنید رحمۃ اللہ علیہ

(عِندَ ذِکرِ الصَّالِحِینَ تَتَنَزَّلُ الرَّحمَۃُ)

سرخیل جماعت صوفیہ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ:

(صالحین کے حالات کے بیان کیوقت رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے)

(بناءً علیہ)

حالاتِ مصلح الامۃ

حصہ (یعنی) اوّل

مصلح الامۃ عارف باللہ حضرت مرشدنا مقتدانا مولانا
شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری (اعظمی) حنفی چشتی صابری اشرفی
نور اللہ مرقدہٗ کے حالات زندگی

(ولادت وطفولیت سے لیکر علوم ظاہری سے فراغت تک)

(بحکم)

مخدوم ومحترم جناب مولانا حافظ قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ وجانشین حضرت مصلح الامۃ قدس اللہ سرہ العزیز

(بقلم)

عاجز وہیچمدان عبدالرحمٰن جامی عفی عنہ
مقیم خانقاہ ویکے از خدام حضرت والا رح

Scanned by CamScanner

فرماتے تھے کہ علمار کی ایک جماعت تعلیم و تعلم کے کام میں لگی ہی ہوئی ہے۔ اہل حق کا اہل ہوی سے مناظرہ اور انکے اباطیل پر رد و قدح کا سلسلہ بھی جاری ہے جو جس کام کا اہل ہے اسکو کر رہا ہے اب اسکے لئے یہ کیا ضروری ہے کہ سب لوگ تمام دوسرے ضروری امور کو ترک کر کے ایک ہی کام میں لگ جائیں۔ تعلیم بھی ضروری ہے۔ تبلیغ بھی ضروری ہے۔ اصلاح نفس بھی نہایت ضروری ہے جب تک سب کاموں کا مستقل نظام نہ ہوگا مجموعی طور پر امت کی اصلاح نہ ہوگی۔

باقی کسی دوسری جماعت سے آویزش نہ رکھنے کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ حضرت والا سب جماعتوں کے مؤید تھے ایسا بھی نہیں تھا بلکہ حضرت اقدسؒ دین کے نام پر ہر کام کرنے والی جماعت کی خوبی اور خامی سے خوب واقف تھے لیکن کہیں خیر کو غالب خیال فرما کر خاموشی اختیار فرمالی تھی اور کہیں دیگر علمار اور مشائخ پر بھروسہ فرمالیا کہ وہ سب اہل دیانت ہیں جب خود ہی کام میں کچھ غلو محسوس فرمائیں گے اسکی اصلاح بھی کرلیں گے چنانچہ حضرت اقدس سے متعلق کوئی شخص جب دوسری جماعتوں کے بارے میں کچھ دریافت کرتا تو یہی فرماتے کہ بھائی دین کا کام کرنے کیلئے بہت لوگ ہونے چاہیں اب یہ کیا کہ ہم کام نہ کریں تو دوسرے کو بھی نہ کرنے دیں۔ یہ تو اکثر فرمایا لیکن یہ کسی سے نہیں فرمایا کہ تم بھی وہ سب طریقے اختیار کرلو جو وہ دوسرے لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں بلکہ اپنا طریقۂ کار سب سے الگ ہی رکھا اور اپنی جماعت کا امتیاز آخر تک قائم رکھا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ نے الٰہ آباد تشریف آوری کے موقع پر خانقاہ میں کی جانے والی اپنی ایک تقریر میں اسکا صحیح نقشہ کھینچا تھا، فرماتے ہیں کہ:-

"(حضرت) مولانا الیاس صاحبؒ کے یہاں ہم نے روح کی ذہانت کے کھلے نمونے دیکھے اور پھر حضرت (شاہ وصی اللہ صاحب) رحمۃ اللہ علیہ میں۔ میں نے ان دونوں بزرگوں میں بہت زیادہ مشابہت دیکھی، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں سے الگ الگ کام لیا۔ ذوق بھی دونوں کا الگ الگ تھا لیکن بہت سی چیزوں میں مشارکت تھی خصوصاً قلب کی ذہانت اور روح کی ذہانت میں"

(معرفت حق اکتوبر ۱۹۷۶ء)

واقعی حضرت کا جو طریق تھا وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے بالکل مختلف ہی تھا یہ دوسری بات ہے کہ چونکہ حضرت مولانا الیاسؒ بھی اپنے ہی اکابر میں سے تھے اسلئے ان کے لوگوں سے بھی حضرت والا محبت فرماتے تھے اور وہ لوگ بھی بڑی عقیدت کے ساتھ حضرت سے ملتے تھے چنانچہ یہ لوگ جب بھی دعار کے لئے حاضر ہوتے تو ناممکن تھا کہ پہلے حضرت والا کی جانب سے چائے سے انکی خاطر نہ کیجاتی ہو پہلے انکو چار پلا لیتے پھر انکے لئے حصول اخلاص کی دعار بھی فرما دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کے آخری ایام حیات میں (یعنی سفر حج کی روانگی سے کچھ ہی قبل) کویت کی ایک عربی جماعت بمبئی آئی وہاں کے منتظمین نے حضرت اقدسؒ سے بھی ملاقات کا پروگرام بنایا چنانچہ وہ حضرات ملنے آئے۔ حضرت والاؒ نے اپنے کمرہ ہی میں سب کو بلالیا اور سب سے پہلے راقم سے فرمایا کہ ان سب حضرات کو میری جانب سے چائے پلاؤ۔ اسکے بعد ایک ترجمان نے انکی جانب سے حضرت والا سے عرض کیا کہ یہ لوگ کویت سے آئے ہیں اور اپنے لئے حضرت اقدس سے دعار کے طالب ہیں حضرت نے سب کیلئے دعار فرمائی اور انھیں صاحب سے فرمایا کہ اب آپ میری جانب سے ان سب حضرات میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً میرے لئے دعار کی درخواست کر دیجئے۔ حضرت والاؒ کی یہ بات جب ان حضرات نے سنی تو بہت متاثر ہوئے۔ تو یہ بھی ہوتا تھا بالکل صحیح ہے۔ اور کیوں نہ ہوتا حضرت والاؒ جب دوسروں کو حسن خلق کی تعلیم دیتے تھے تو خود اسکے ساتھ کیوں نہ متصف ہوتے۔ اخلاق برتنے کا حکم تو غیروں تک سے ہے اور یہ لوگ تو اپنے ہی لوگ تھے اور دیندار تھے۔ چنانچہ جہاں تک کہ حسن اخلاق کا تعلق تھا تو اگر دوسرے لوگ مثلاً مودودی جماعت کے لوگ بھی حضرت والا سے ملنے آتے تو حضرت اقدس اپنے اخلاق کریمانہ سے انکو بھی حصہ عطا فرماتے تھے اور ان کے ساتھ بھی اسطرح سے پیش آتے تھے کہ بہت سے لوگوں کو تو یہ شبہ ہو جاتا تھا کہ حضرت والاؒ کا خیال اس جماعت کے متعلق عام علمائے دیوبند کے مقابلہ میں شاید کچھ نرم ہے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا بات یہ ہے کہ یہ دور ہے نفسانیت کا اخلاص تو اس زمانہ میں عنقا ہے ہر شخص اپنی غرض کا باؤلا ہو رہا ہے سب کی خواہش یہی رہتی ہے کہ کسی بڑے شخص سے اپنی جماعت کی تائید

Scanned by CamScanner

مل جاتی تو ایسے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں آسانی ہوتی اسلئے یہ لوگ حضرت والا سے بھی ملتے رہتے تھے اور برابر اس فکر میں رہتے تھے کہ کس گوشے سے موقع ملے اور اس سے اپنی تائید کا اثبات کر دیں چنانچہ جہاں سے بھی کوئی شخص کچھ موقع بزعم خود پا لیتا تھا تو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسی قبیل سے حضرت والا کا ان حضرات سے خوش اخلاقی کے ساتھ مل لینا بھی ہوتا تھا۔ دیکھتے تھے کہ ہندوستان میں حضرت مولانا تھانوی کی ایک خاص جماعت موجود ہے اور اس میں شک نہیں کہ ایک بڑی جماعت ہے اور اہل صلاح لوگوں کی جماعت ہے تو ہر شخص کی نظر اس جماعت پر ضرور رہتی تھی یعنی ہر دوسری جماعت والا اس کوشش میں رہتا تھا کہ جس شخص کی گرفت اسکی جماعت سے ذرا ڈھیلی دیکھے تو اسکو بس اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دیدے اور اس طرح سے جب ایک دو دو کر کے لوگ دوسری جماعتوں میں شامل ہو جائیں گے تو تھانوی جماعت کے نام سے جو جماعت پائی جاتی ہے اس کا صرف نام ہی نام رہ جائے گا اور اسکا اپنا مستقل کام ختم ہو جائے گا اور درحقیقت اس میں بہت کچھ خامی خود ہم لوگوں کی ہے جو اپنے کو "تھانوی مسلک" پر کہتے ہیں اور یہ بھی خبر نہیں کہ کیا کر رہے اور کدھر جا رہے ہیں۔ کتنے لوگ آپکو آج ایسے ملیں گے جنکے سر پر تھانوی تاج ہوگا (یعنی گول چوگوشیہ ٹوپی) لیکن ان سے گفتگو کیجئے گا تو مودودی خیالات سے انکو متاثر پائیے گا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب سمجھ میں آیا کہ شاید اسی تحفظ کیلئے حضرت مصلح الامۃؒ نے صاف صاف یہ فرما دیا تھا کہ:-

"اب حاضری تھانہ بھون کے بعد میں نہ فتحپوری ہوں اور نہ اور کچھ ہوں بلکہ تھانوی ہوں اور صرف تھانوی ہوں اور اپنے مدعا کے اظہار میں اس شعر کو کافی سمجھتا ہوں کہ ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست   تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

(یعنی میں اپنے گھر سے تو کوئی چیز لایا نہیں ہوں بلکہ آپ ہی نے سب کچھ عطا فرمایا ہے اور خود میں بھی آپ ہی کا ہوں) .   (معرفت حق جون ۸۱ء)

اور شاید اسی لئے حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ کی تعلیمی خدمات کو سراہنے کے بعد انکو یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ:-

"اب ضرورت اسکی ہے کہ حضرت تھانویؒ کے مسلک کے افراد پیدا کئے جائیں کیونکہ جب تک کسی مسلک کی پشت پناہ (اسکی تعلیمات اور خصوصیات سے متصف) کوئی جماعت نہ ہو اسکا اعتبار کیا؟ مطلب کہ کوئی مسلک ہو وہ جو محفوظ رہتا ہے تو کتاب سے اور فارجا باقی رہتا ہے افراد سے۔ آپنے (کتابیں تصنیف فرما کر) ایک تحفظ کا تو ما شاء اللہ خوب انتظام فرما دیا جزاکم اللہ اب دوسری جانب بھی کچھ اور توجہ فرما دیجئے۔

(معرفت حق دسمبر ۸۱ء)

اب حضرت مولانا چونکہ بڑے شخص تھے اسلئے سب نے حضرت کی یہ بات قدر کی نگاہوں سے دیکھی اور کوئی دوسرا اس قسم کی بات اس زمانہ میں کہدے تو اسکو تنگ نظر اور اسکی اس بات کو تحزب وغیرہ جانے کن کن الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ لیکن حالات نے بتا دیا کہ بات وہی حق تھی جو حضرت مصلح الامتؒ فرما گئے تھے یعنی اگر اپنا طریقہ دوسروں سے ممتاز نہ رکھا جائے گا تو جماعۃ کو من حیثیت الجماعۃ فنا ہی سمجھنا چاہیئے

الغرض میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جب دوسری جماعتوں نے حضرت والا کے سکوت اور اخلاق سے غلط فائدہ اٹھانا چاہا تو حضرت نے صاف صاف اعلان بھی فرما دیا اور بتا دیا کہ خوش اخلاقی کے ساتھ کسی سے مل لینا اور چیز ہے اور کسی کے مسلک سے متفق ہونا دوسری بات ہے، ان دونوں باتوں میں خلط نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ارباب زمانہ کے اس نوع کے معاملات کے متعلق شکوہ اور دوسرے حضرات نے بھی کیا ہے۔ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور رسالہ "کشف حقیقت" کے طبع دوم میں لکھتے ہیں کہ

"اگر جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے کوئی فرد ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ مہذب و با اخلاق برتاؤ کیلئے اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں ہمیں اسی کی تعلیم دی گئی ہے اور یہ تہذیب ہمیں وراثت

Scanned by CamScanner

یں لی ہے مگر اس سے دھوکہ نہ ہو بلا شک و شبہ ہمیں جماعت اسلامی سے اختلاف ہے (یہ بات) اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے کسی صاحب کی تشریف آوری پر اخلاقی قدروں کا تحفظ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں ایک کو دوسرے کے ساتھ مخلوط نہیں کیا جا سکتا اور نہ ایک کو دوسرے کے لئے بطور دلیل استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہت ضروری تھا اس لئے لکھدیا گیا۔ انتہی

(ص ۴۵ رسالہ کشف حقیقت)

ملاحظہ فرمایا آپنے یہ ہے اس زمانہ کا مرض، اسی کے ماتحت یہاں بھی یہی کہا گیا کہ حضرت فتحپوریؒ کا خیال جماعت مودودی کیطرف سے نرم ہے حالانکہ اسکو مطابقت واقعہ سے دور کا بھی تعلق نہ تھا اس سلسلہ میں حضرت کے دو واقعات عرض کرتا ہوں۔ انکے ذکر سے پہلے ایک بات یہ ذہن نشین فرمالیں کہ

خیالات مودودی کی تردید میں حضرات علمائے دیوبند میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ تو بہت ہی پیش پیش اور نمایاں رہے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان حضرات کو اس باب میں اولیت کا شرف حاصل تھا کیونکہ بعد میں تو پھر بہت سے حضرات نے اس جماعت کے راز سربستہ سے امت کو آگاہ کیا مثلاً پاکستان میں مولانا یوسف صاحب بنوری نے بھی عربی میں رسالہ "الاستاذ المودودی" تصنیف فرمایا اور یہاں حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی مدظلہ العالی نے نہایت دلسوزی اور جذبۂ نصح و خیرخواہی سے لبریز ہوکر اپنی کتاب "عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح" تصنیف فرمائی اور اب دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہر طرف کے علماء کا احساس بیدار ہو گیا ہے اور اپنے اپنے انداز میں بہت سے حضرات نے اس تحریک کے مخفی زہر کو امت کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ جس تیزی اور زوروں کے ساتھ اس جماعت کی تردید آج دیکھی اور سنی جا رہی ہے پہلے اس نے یہ شدت نہ اختیار کی تھی بہت سے علماء و مشائخ جو اپنے اپنے کام میں لگے تھے اسکی جانب سے یکسو تھے یا کسی نے کچھ شر کا احساس بھی کیا تو دوسری جانب بعض خیر کا

تصور یا توقع انکے لئے رد و قدح سے مانع بنا رہا۔

اسی لئے حضرت مصلح الامۃؒ بھی اپنے مخصوص مزاج کے اعتبار سے ان سب قضیوں اور قصوں سے الگ تھلگ ہی رہنا پسند فرماتے تھے لیکن علماء کی طرف سے اس جماعت پر لے دے زیادہ ہوئی اور خود اسکا کام بھی تیزی سے بڑھنے لگا اور اسمیں لوگوں کے عام ابتلاء کا اندیشہ ہوا تو حضرت والاؒ نے بھی اپنا صاف صاف خیال ظاہر فرما دیا تاکہ کسی کو حضرت اقدسؒ کی جانب سے دھوکا نہ دیا جا سکے اور حضرت کو نرم بتلاکر حضرت والا کے کسی متعلق یا منتسب کو اس جانب راغب نہ کیا جا سکے۔

اس سلسلہ میں پہلا جو واقعہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصلح الامۃؒ کا خیال اس جماعت کی جانب سے نرم نہیں تھا وہ دراصل ایک مکاتبت ہے جو حضرت اقدس کے حکم سے جناب مفتی قاری سعید احمد صاحبؒ سے کی گئی تھی جس وقت کہ انھوں نے اپنا رسالہ "کشف حقیقت" تصنیف کر کے حضرت والا کی خدمت میں بھی اسکا ایک نسخہ ارسال فرمایا تھا۔

نقل خط بنام جناب مفتی قاری سعید احمد صاحبؒ منجانب حضرت مصلح الامۃ قدس سرہ بقلم عبدالرحمان جامی

(جمعہ ۲۷ رجب سنہ ۷۸ھ)

شاید آپ کے علم میں نہ ہو کہ آجکل کچھ عرصہ سے میرا قیام مرشدی و مولائی حضرت مولانا وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم کے پاس فتحپور تال نرجا (اعظم گڈھ) میں ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ العالی کے دو رسالے "الاصول النادرہ لاصلاح الامۃ الحاضرہ" اور "تحذیر العلماء عن خصال السفہاء" محترمی جناب مولوی سید ظہور الحسن صاحب کے یہاں سے چھپ کر آئے اسی کے ہمراہ آپ کا فتویٰ بشکل رسالہ "کشف حقیقت" ایک عدد موصول ہوا۔ حضرت والا مدظلہ العالی کی نظر سے بھی گذرا اور ہم لوگوں نے بھی اسکا مطالعہ کیا۔ حضرت نے اس کو

حرفاً حرفاً ملاحظہ فرماکر مجھے امر فرمایا کہ آج ہی قاری صاحب کو خط لکھو میرا سلام لکھو اور میری جانب سے لکھدو کہ ماشاء اللہ آپ کا رسالہ بہت خوب ہے پڑھکر بڑا جی خوش ہوا آپ نے جو مقصد اس جماعت کا سمجھا بالکل صحیح ہے اور جو تبصرہ اسکے خیالات پر فرمایا بالکل صواب ہے میں آپ سے اس جواب میں متفق ہوں۔ صرف ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی میرا اس بارہ میں ایک اور خیال ہے جس میں نتیجۃً شاید آپ بھی مجھ سے متفق ہوں لیکن آپ کی عبارت سے کچھ اپنی رائے کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ :-

آپ نے مودودی صاحب (اور انکی جماعت) کی عبارات کا ظاہری مفہوم اور پڑھنے والوں پر اسکا اثر یہ تحریر فرمایا ہے کہ لوگ انکی کتابوں کو پڑھکر نہ صرف ان لوگوں یعنی اساطین اسلام، محدثین، فقہاء، مشائخ اور صوفیاء) سے متنفر ہو جاتے ہیں بلکہ حدیث فقہ اور تصوف سے متنفر ہوکر اپنے قدیم مذہب ہی سے بیزار ہو جاتے ہیں اور ایک نیا مذہب بنانے کی دھن میں لگ جاتے ہیں۔ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ اس جماعت کا مطمح نظر ہی نہ صرف تصوف بلکہ فقہ اور حدیث تک کو صفحۂ ہستی سے محو کردینا ہے یہ بھی آپ نے بالکل صحیح فرمایا پھر کچھ دور کے بعد یہ عبارت ہے کہ —— "کہا جا سکتا ہے کہ انکا مقصد توہین اور اعتراض نہیں ہے بلکہ انکا مقصد اصلاح ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انکی نیت یہی ہو مگر انکا یہ طرز تحریر ناقابلِ برداشت ہے" الخ —— مجھکو یہیں پر کچھ کہنا ہے وہ یہ کہ اس امر کے تسلیم کے بعد آپ کا سابق اعتراض کمزور ہوگیا اور آپ کی آخر عبارت اول کے متعارض ہوگئی عوام اسکی یوں تطبیق دے لیں گے کہ بس جی بات صاف ہوگئی اس جماعت کے مقصد کی صحت اور نیت کی صداقت میں تو کوئی کلام نہیں ہے البتہ لب و لہجہ ذرا سخت ہوتا ہے اُن کو اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ اب اسکے بعد فتنہ کے زہر سے لوگوں کو بچانا مشکل ہو جائے گا کاش اس سوال و جواب سے آپ کی عبارت خالی ہوتی تو پورا کام کرتی۔

میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کا مقصد بھی غلط ہے جیسا کہ انکے فقہ و تصوف و حدیث (دین کی اہم بنیادوں) کو ڈھاکر ایک نئے مذہب کی تشکیل کی سعی سے ظاہر ہے اور انکا طریقۂ کار بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ انکے ناقابل برداشت طرز تحریر اور درشت

لب و لہجہ اختیار کرنے سے عیاں ہے۔ اندریں صورت میرے نزدیک یہ تحریک "کریلا اور نیم چڑھا" کا مصداق ہے۔ مقصد اگر صحیح ہوتا تو طرز بیان کی تلخی بھی گوارا کیجا سکتی آخر صحت مطلوب ہوتی ہے تو داروئے تلخ استعمال کرنا پڑتا ہی ہے لیکن جب مقصد ہی سرے سے غلط ہو تو پھر صرف تحریر کی سختی کا کیا شکوہ۔

میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ مودودی صاحب اور انکی جماعت کا مقصد اصلاح دین نہیں افساد دین ہے اور اسکے شیرازہ کو منتشر کرنا ہے۔ انکی نیت تصوف فقہ اور حدیث میں اصلاح نہیں ہے بلکہ اسکا انکار کرنا ہے۔ کسی تحریک سے پیدا شدہ اثرات بانی تحریک کی نیت کا پتہ دیتے ہیں جب ان کے متبعین قدیم مذہب سے بیزار ہیں اور نئے مذہب بنانے کی دھن میں ہیں تو معلوم ہوا کہ یہی بانیٔ مذہب کی بھی نیت ہے اور وہ اس سے راضی ہے ورنہ اسکے ذمہ ضروری تھا کہ دوسروں کو چھوڑکر پہلے اپنی جماعت کے لوگوں کی اصلاح کرتا۔ پھر اصلاح کسی چیز کی اسکی ذات کا تحفظ کرتے ہوئے انکی خامیوں کی ہوا کرتی ہے مثلاً کسی مدرسہ کی اصلاح کرنی ہے اسکا یہی تو طریقہ ہے کہ اسکے نظم و نسق میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہوں انکو دور کردیا جائے۔ یہ بھی بھلا کوئی اصلاح ہے کہ اسکا سرے سے خاتمہ ہی کردیا جائے اسی طرح فقہ کی اصلاح مثلاً یہ تھی کہ کوئی شخص حدیث صحیح کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دیتا اسکو روکا جاتا۔ یا حدیث میں مثلاً نقد رجال میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے ایسا طرز اختیار کیا جاتا کہ ائمہ مجتہدین تک کو نہ چھوڑا جاتا تو ایک معقول بات تھی لیکن یہ کیا اصلاح ہے کہ سرے سے ان علوم ہی کا اعتبار اور اعتماد لوگوں کے اذہان سے اٹھا دیا جائے۔ انتہی کلامہ۔

(بقلم عبدالرحمٰن جامی الہ آبادی — ۲۷ رجب ۷۰ھ)

(حضرت استاذی مفتی قاری سعید احمد صاحبؒ کا جواب بنام احقر جامی)

عزیزی المحترم سلمکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ حضرت مولانا وصی اللہ

دوسرا واقعہ جو اس سلسلے میں میرے سامنے گذرا وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا پھولپوریؒ کے کھلکر مودودیت میں حصہ لینے اور حضرت مصلح الامۃؒ کے خاموشی اختیار کرنے کی وجہ سے وطن ہی کے اطراف میں بعض حضرات نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آخر حضرت تھانویؒ کے تو مولانا فتحپوری بھی خلیفہ ہیں وہ تو جماعت اسلامی کے متعلق کچھ نہیں فرما رہے ہیں، پھر یہ مولانا پھولپوری ہی کیوں اتنے سخت ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انکی سختی اس جماعت کی خرابی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود مولانا کے اپنے مزاج ہی کی سختی کا اثر ہے۔ شدہ شدہ یہ بات کسی طرح حضرت مصلح الامت کے کانوں تک بھی پہنچی، حضرت اقدسؒ کو اس سے سخت تکلیف ہوئی فرمایا دیکھتے ہو لوگوں کو! مجھکو اور مولانا پھولپوری کو لڑانا چاہتے۔ بھائی میں ان سب باتوں میں پڑنا نہیں چاہتا اس لئے کسی کے متعلق کچھ اپنی زبان سے جلدی کہتا بھی نہیں لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مجھ میں اور مولنا پھولپوریؒ میں اس میں کچھ اختلاف ہے، ہرگز نہیں بلکہ اس جماعت کے متعلق جو حضرت مولانا پھولپوری کی رائے ہے وہ صحیح اور صائب ہے اور وہی میری بھی رائے ہے، اس مسئلہ میں میرا اور انکا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس بات کو چند دن مسلسل مجلس میں بیان فرمایا تا آنکہ اس بات کی اطراف میں شہرت ہوگئی کہ حضرت مولانا فتحپوری کو حضرت مولانا پھولپوری سے جماعت مودودی کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ دونوں بزرگوں کا ایک ہی خیال ہے۔

ان دونوں واقعات میں تو قولی تصریح کے ساتھ حضرت اقدس مصلح الامۃؒ کا خیال آپ نے معلوم کیا اب حضرت والا کا ایک معاملہ بھی ملاحظہ فرمائیے اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مصلح الامۃؒ کی تشخیص کی رو سے افراد و جماعت کا عام طور پر اور بانیٔ جماعت کا خاص کرکے مرض کیا تھا؟

اس جماعت کے بڑے بڑے لوگ یعنی مقامی امیر جماعت یا ملکی امیر جماعت بھی کبھی کبھی حضرت کے پاس ملاقات کو آجاتے تھے حضرت اقدس بھی ان حضرات سے نہایت تپاک اور اخلاق سے ملتے تھے خاطر تواضع بھی خاطر خواہ فرماتے تھے لیکن بالعموم ان کے سامنے بھی حضرت کو تسبیح لیکر پڑھتا ہی ہوا دیکھا گیا آنے والوں نے کوئی بات دریافت

صاحب زید مجدہم کی رائے پڑھکر بہت خوشی ہوئی۔ مولنا کی خدمت میں میری طرف سے سلام مسنون کے بعد عرض کر دیجئے کہ مجھے آنجناب کی رائے سے کلی طور پر اتفاق ہے میرا مقصد تو رسالے سے واضح ہے۔ جس عبارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ ایک ضعیف احتمال کے طور پر لکھا گیا ہے، مگر اب مجھے بھی اسکا احساس ہوا کہ یہ جملے اس طرح نہ ہونے چاہیئے تھے۔

اسوقت اس فتنہ کے انسداد کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ بھی اس تحریک میں حصہ لینے لگے ہیں مولنا اگر اس پر کچھ تحریر فرمائیں گے تو انشاء اللہ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

ابھی حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری، سہارن پور تشریف لائے تھے رسالہ کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ ذرا نرم ہے۔ ہمارے جیسا کوئی لکھتا تو تیز ہوتا انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ سے مودودی کے متعلق دو لفظ سنے تھے " مودودی سطحی اور گمراہ ہے " میں نے ان سے بھی عرض کیا کہ اس پر کچھ تحریر فرمائیں اور وعدہ بھی فرما گئے ہیں۔

سہارن پور میں اسوقت یہ فتنہ زوروں پر ہے۔ بعض مدرسین خاص سرگرمی فرما رہے ہیں اور مدرسہ کیلئے مشکلات کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اسوقت آپ حضرات خاص طور سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ عام مسلمانوں کو اور ہمارے مدرسہ کو خاص طور سے اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔ فقط۔ والسلام۔

سعید احمد غفرلہٗ

مظاہر العلوم۔ سہارنپور

۶ر شعبان ۷۰ھ

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت اقدس کی نرمی! کہ ذراسی لچک حضرت قاری صاحبؒ کی تحریر میں محسوس فرمائی تو اسکو ظاہر فرما دیا اور حضرت استاذی قاری صاحبؒ نے اسکو تسلیم بھی فرما لیا اس سے تو معلوم ہوا کہ حضرت والا نرم نہیں تھے بلکہ کچھ سخت ہی تھے۔

کرلی تو جواب دیدیا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ خود سے کلام کی ابتدا کرنے اور خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کی بات کرنیکا حضرت کا معمول ہی نہ تھا بلکہ خلاف مزاج تھا۔ چنانچہ اسی طرح ایکمرتبہ جماعت کے ایک بڑے ذمہ دار اہل علم صاحب تشریف لائے حضرت اقدس حسب معمول خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ انھیں صاحب نے مہر سکوت توڑوائی یعنی عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمائیے —— ظاہر ہے کہ اس طلب دین کے بعد پھر خاموش رہنا منصب والا کے بھی خلاف تھا اسلئے خادم سے فرمایا کہ ذرا فیض القدیر تو اٹھا لاؤ' اس میں سے فوراً یہ حدیث نکالکر اس پر کچھ بیان کرنا شروع فرمادیا

فرمایا کہ دیکھئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ارشاد فرمارہے ہیں: عن عمرؓ اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ اندیشہ مجھے "اپنی امت پر" علیم اللسان منافق کا ہے۔ ایک روایت میں بجائے اپنی امت کے "اس امت پر" کا لفظ بھی آیا ہے صاحب فیض القدیر یعنی علامہ عبدالروف مناویؒ اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ کل منافق علیم اللسان یعنی ایسا شخص جو کہ علم کا تو جاننے والا ہو اور اس پر اسکی زبان خوب چلتی ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ جاہل القلب والعمل اور فاسد العقیدہ بھی ہوگا یعنی لوگوں کو اس نے اپنی زبان کی فصاحت سے دھوکہ میں ڈال رکھا ہوگا چنانچہ اسکے ظاہر سے متأثر ہوکر خلق کثیر اس کا اتباع کرلے گی اور زلت و لغزش میں واقع ہوجائیگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ اسی سے بچتے ہوئے بعض عارفین کا معمول ہی یہ تھا کہ وہ شاگردوں کے سامنے اپنے آپ کو خوب تول کر اور مخصوص حالات سے متصف ہوکر تب ہی آتے تھے کہ مبادا کسی حال میں انکا اتباع کرلیا جائے یا انکی بدحالی کیوجہ سے ان سے سوء ظنی اختیار کی جائے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ وہ لوگ انکے حقیقی فیض سے منتفع نہ ہوں اور محروم رہ جائیں۔

علامہ حرّانی کہتے ہیں کہ "خوف" کے معنی ہیں نفس کا بچانا اور احتیاط رکھنا ان امور ظاہرہ سے جو اسکے حق میں مضر ہوں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ؎

فساد کبیر عالم متہتک و اکبر منہ جاہل متنسک

ہما فتنۃ للعالمین عظیمۃ لمن بہما فی دینہ یتمسک

(وہ عالم جو دین کی پردہ دری کرنے والا ہو (یعنی بے عمل ہو) اور اس سے بڑھکر وہ جاہل جو عبادت گذار ہو یہ دونوں شخص اس عالم میں فتنۂ عظیم ہیں اس شخص کے حق میں جو اپنے دین میں ان میں سے کسی کا اتباع کرے)

اسکے بعد سنیئے کیا فرماتے ہیں' صاحب فیض القدیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کے بیان کرنے کا سبب یہ بیان فرمایا (یعنی جس طرح سے قرآن شریف کی کسی آیت کا شان نزول اور سبب نزول کوئی واقعہ ہوا کرتا ہے اسی طرح سے اس حدیث کا واقعہ یہ ہوا کہ) احنف نامی ایک شخص جو اہل بصرہ کا سردار تھا اور ایک فصیح و بلیغ اور بہ گو عالم و فاضل شخص تھا حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ آیا حضرت نے انکو ایک سال تک اپنے ہی پاس روک لیا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روزانہ صبح و شام مل لیتے تھے اور اس اثناء میں حضرت عمرؓ نے ان سے کوئی بات نامناسب نہیں مشاہدہ فرمائی (پھر سال بھر کے بعد) ایک دن انکو بلایا اور فرمایا کہ احنف جانتے ہو میں نے تم پر اپنے سے ملنے میں یہ پابندی کیوں لگادی تھی اور تمھیں آزاد کیوں نہ رکھا؟ حضرت احنف نے عرض کیا کہ نہیں میں اسکی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے اور پھر یہی حدیث انکو سنائی (کہ اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان) اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا تھا کہ تم بھی انھیں لوگوں میں سے ہو (جن سے اس ارشاد نبوی میں اندیشہ فرمایا گیا ہے) پس اب خدا کا شکر ہے اے احنف (تم اس سے نکل گئے)۔

ابن عساکر کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ یہی حضرت احنف حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے سامنے خطبہ دیا' حضرت عمرؓ کو انکی فصاحت و بلاغت شیریں بیانی اور حسن خطابت پسند آئی لہٰذا امتحان کے لئے' ایک سال انکو اپنے ہی پاس روک لیا (یعنی کہیں آنے جانے میں اور لوگوں سے ملنے جلنے میں اور وعظ و تقریر کرنے میں پابندی لگادی (جیسا کہ آج بھی اصلاحی خانقاہوں میں مشائخ حقانی کا اپنے

مریدین کے ساتھ یہی معمول چلا آرہا ہے کہ کسی باطنی اصلاح کیلئے گفتگو اور تقریر کو مضر جانا ہے تو کچھ دنوں کے لئے اس سے روک دیا ہے یا درس و تبلیغ کو مناسب نہ جانا تو عارضی طور پر اسکو موقوف فرما دیا) اسکے بعد فرمایا کہ بھائی احنف (صاف کہتا ہوں کہ) مجھے اندیشہ تھا کہ تم بھی علیم اللسان منافق ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہم لوگوں کو بہت ڈرایا تھا لیکن اب میں خدا کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ تم مومن مخلص ہو گئے ہوگے جاؤ اب اپنے شہر واپس چلے جاؤ (اور اب کام کرو)

(فیض القدیر ص۲۲۲ ج۱)

سبحان اللہ! حضرت عمرؓ نے سبب تحدیث بیان فرماکر مضمون حدیث میں چار چاند لگا دیئے حدیث شریف کا مطلب نہایت واضح ہوگیا اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی حق گوئی اور صاف گوئی کسقدر نمایاں ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اتباع سنت کی برکت سے بزرگان دین کے اندر بھی حق بات کے پہونچا دینے کی کیسی قوت جرأت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت اقدسؒ کے اس واقعہ خطاب سے خوب ظاہر ہے۔ صاف صاف فرمادیا کہ زبان و قلم بھی کبھی کبھی انسان کیلئے سبب فتنہ بن جاتے ہیں اسکو سمجھنے کی ضرورت ہے ایسا نہو کہ علم اور دین صرف زبان ہی زبان پر رہ جائے اور قلب اس سے خالی ہو۔ ہر عالم، مبلغ اور مصلح اس امر کو استحضار رکھنے کا مکلف ہے اور اگر اس میں کچھ کسر پائے تو اسکو اپنی اصلاح کی جانب توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؒ نے اس بات کے کہدینے میں کسی مصلحت اور کسی رو رعایت کو راہ نہ دیکر کھلکر حق بات ان امیر صاحب سے بھی فرمادی اور چونکہ اخلاص کے ساتھ فرمائی تھی اسلئے ان پر فی الفور اسکا اثر بھی ہوا چنانچہ انھوں نے اپنی جیب سے ڈائری نکالکر کتاب کا صفحہ اور اسکا تھوڑا سا مضمون نقل بھی کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے حق میں ایک کشش رکھی ہے ناممکن ہے کہ کوئی حق بات اخلاص کے ساتھ دل سے کہی جائے اور وہ اثر سے خالی ہو۔

میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کا گذر ایک جوان کے پاس سے ہوا جو قہقہہ لگا رہا تھا حضرت کو اسکے اس طرح سے ہنسنے میں غفلت کی بو محسوس ہوئی

اس سے فرمایا ارے میاں صاحبزادے ذرا سنو تو سہی کیا تم نے پل صراط عبور کرلیا ہے اس نے کہا نہیں تو زندگی میں پل صراط کہاں وہ تو مرنے کے بعد پیش آتا ہے۔ فرمایا اچھا تو پھر تمہیں شاید اپنا انجام معلوم ہوگیا ہوگا کہ جنت میں جانا ہے یا جہنم میں۔ کہا نہیں۔ فرمایا کہ تو پھر یہ ہنسی کیسی؟ یعنی ایسے امور مہمہ تمہارے سامنے ہیں پھر تم کیسے ہنستے۔ بیان کرتے ہیں کہ اسکے بعد سے پھر وہ نوجوان کبھی ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا یعنی حضرت حسن بصریؒ کی یہ نصیحت کارگر ہو گئی اور اسکے بعد سے اس نے ہنسنے سے توبہ ہی کرلی۔ یہی حال اگلے زمانہ علماء کا تھا کہ بات مختصر فرماتے مگر برمحل جس سے لوگوں کو نفع ہو جاتا تھا اور اب لوگ لمبی لمبی باتیں کرتے ہیں مگر نفع سے وہ خالی ہوتی ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ لوگ خود عمل سے اور اثر سے خالی ہوتے ہیں۔

حضرت مصلح الامۃؒ کی اس گفتگو کو جب بھی سوچتا ہوں تو عش عش کرکے رہ جاتا ہوں کہ سبحان اللہ کیا موقع شناسی تھی اور کیسی حقانیت اور للہیت تھی کہ ساری مصالح ایک طرف اور حق کی اشاعت کا جذبہ ایک طرف۔ ہم لوگوں کے لئے بزرگوں کے حالات میں یہی امور سبق لینے کے ہیں اور سچ ہے کہ جب ایسا جذبہ اور اتنی بے لوثی اور کلام میں اتنی شوکت ہوتی ہے تب ہی کام بھی بنتا ہے یعنی وہ بات اثر انداز بھی ہوتی ہے اور قائل کی اس پختگی اور رسوخ کو ہر مخاطب فوراً محسوس بھی کرلیتا ہے۔

بات کچھ طویل ضرور ہوگئی لیکن موجودہ حالات میں ضرورت تھی اس وضاحت کی اس لئے اجمال اور اشارہ پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ باقی یہ بھی صحیح ہے کہ رسالہ کے یہ صفحات کسی جماعت پر نقد و تبصرہ کے بھی متحمل نہیں ہیں اور نہ یہ ہمارے رسالہ کا موضوع ہی ہے (اور جو صفحات کہ اسکا موضوع اور میدان ہیں ان میں اس مسئلہ پر خوب خوب گفتگو کی جا چکی ہے ارباب خبرت پر وہ مخفی نہیں ہے) تاہم ہمارے پیش نظر جو مقصود تھا وہ صرف یہ کہ حضرت اقدسؒ کے روابط تو کم و بیش سب ہی حضرات سے رہے ہیں کہیں اسکو حضرت والا کی جانب سے انکے مشرب و خیالات کی تائید اور موافقت میں نہ استعمال کیا جانے لگے اسلئے جب بات آگئی تو اسکی قدرے تفصیل ضروری معلوم ہوئی اور اسلئے بھی کہ حضرت مصلح الامۃ کے متعلقین اور

متبعین میں سے بہت سے حضرات کیلئے حضرت کا طریقہ ہی آئندہ شمع راہ ہوگا تو کم از کم انکو تو معلوم رہے کہ حضرت والا کا خیال کس جماعت کے متعلق کیا تھا اسلئے بھی صاف صاف بیان کرنے کی ضرورت پڑی جسکا حاصل یہ تھا کہ حضرت اقدس کو مودودی جماعت کے نہ مقصد ہی سے اتفاق تھا اور نہ اسکے طریق کار ہی سے آپ متفق تھے لہٰذا عوام الناس میں سے جو لوگ کہ تحقیق کے درجہ تک نہیں پہونچے ہیں تو انکے لئے تو بس یہی کافی ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس جماعت سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا اور اس میں شک نہیں کہ آج ایک بڑی جماعت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو تحقیق کے مقام تک نہیں پہونچ سکے ہیں.

اور جو حضرات اپنے کو مقام تحقیق پر فائز سمجھتے ہوں حضرت مصلح الامۃؒ کا ایسوں سے ایک اصولی جواب یہ ہوتا تھا کہ میرا اپنا جو طریقہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے باقی اسکے علاوہ آپکو اگر دوسرا کوئی طریقہ محقق ہو تو ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار اور ہر شخص اپنے تدین کا خود ذمہ دار ہے۔ خدا نے عقل دی ہے علم دیا ہے تدین اور تمیز دی ہے اسکو بروئے کار لائیے اور پھر دیانۃً جو طریقہ پسند ہو اسکو اختیار کیجئے اسکے آپ خود ذمہ دار ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حضرت مصلح الامۃؒ کے دور سے پہلے دین کا جو کام ہوتا چلا آرہا تھا وہ کسی مخصوص نظام، کمیٹی، جماعت اور کسی خاص دستور و آئین سے محدود نہ تھا بلکہ جماعت سب کی اسلام تھی اور نظام سب کا شریعت تھا اسلام کے اصول و فروع سب کے پیش نظر تھے اسی کی ترویج و اشاعت سب اہل دین کا مطمح نظر رہا کرتی تھی لیکن دین کے شعبے چونکہ بکثرت تھے اسلئے اسکے شعبوں کے لئے الگ الگ حضرات اور جماعت کا ہونا ناگزیر تھا چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر مدارس اور خوانق کے سلسلے علٰحدہ علٰحدہ قائم ہوئے اول نے علوم ظاہر کی تعلیم و تکمیل اور ثانی نے امور باطنہ یعنی اخلاص و اخلاق کی تحصیل کو اپنا اپنا وظیفہ بنایا اہل زیغ نے اس موقع سے کچھ ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور یہ راگ الاپنا شروع کیا کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے، اور اسکے ذریعہ کوشش کی کہ لوگوں کے قلوب سے شریعت کی عظمت ہی نکالدیں اور علم الاخلاص والاحسان

یعنی تصوف کو ایک بازیچۂ اطفال بنا لیا گیا یعنی اہل محبت اور حقیقی اہل اللہ کی بس ظاہری شباہت اختیار کر کے اس شعبۂ دین کو بس دنیا طلبی کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا اور اس میں شک نہیں کہ اس طبقے سے اسلام کو سخت نقصان پہونچا، اسلئے اس سے اسلام کو بچانے کے لئے مسلمانوں ہی کے ایک طبقہ نے تو یہ کیا کہ علم احسان یعنی تصوف ہی کا سرے سے انکار کر دیا اور خوب خوب طریق کا استہزار اور اہل طریق کا مذاق اڑایا اور اس طرح سے اسکی مذمت کی کہ اہل ہوٰی کے ساتھ ساتھ اہل حق کا بھی انکار کر دیا۔ لیکن محققین نے ہر زمانہ میں اس قسم کے زعم باطل کی اصلاح فرمائی ہے اور علمار حق اور علمار سو کی طرح مشائخ حقہ اور مشائخ سور کے مابین بھی فرق قائم کیا ہے۔ چنانچہ قاضی ثنار اللہ صاحب پانی پتیؒ نے اس زیغ سے امت کو نکالنے کیلئے یہ فرمایا کہ :-

"خیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ ایں سخن جہل و کفر است"

(مالا بد منہ)

یعنی یہ بات وہم و خیال میں بھی نہیں لانی چاہیئے کہ حقیقت (طریقت) شریعت کے مخالف کوئی شے ہے کہ یہ خیال نہ صرف یہ کہ ناشی از جہل ہی ہے بلکہ کفر بھی ہے (نعوذ باللہ منہ)

غرض ہر جگہ لوگ تبلیغ دین کا جس طرح کام کرتے تھے وہ کسی جماعت یا نظام کا پابند نہ ہوتا تھا یوں تعیین کیلئے زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ ایک مشرب اور ایک خیال کے لوگوں کو انکے شیخ و مرشد یا انکے استاد کیجانب منسوب کر دیا جاتا تھا باقی اس سے مقصد کبھی یہ نہ ہوتا تھا کہ بس یہی جماعت تو حق ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ فما ذا بعد الحق الا الضلال یعنی دوسرے سب لوگ بے راہ اور گمراہ ہیں۔

پھر انگریزوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد ایک طرف تو یہاں ملکی اور سیاسی ہماہمی شروع ہوگئی اور اس سلسلہ میں وہ جو تحفہ یورپ سے لایا تھا اس سے یہاں کے لوگوں کو بھی نوازا اور دوسری جانب ہر شخص کا مزاج ایک مخصوص نظم و ضبط اور پروگرام کا خواہاں بن گیا، اور یوں اسلام سے بڑھکر نظم و ضبط کس نے سکھلایا ہے

Scanned by CamScanner

تاہم عرض یہ کرنا ہے کہ جہاں اسلام نے آزادی بھی دی تھی اور وسعت کار کا معاملہ فرمایا تھا اس کو بھی مخصوص نظم کے تابع کر دیا گیا ایسا کہ اس سے علیحدگی قابل انکار و اعتراض بن گئی چنانچہ سیاسی چاشنی کے ساتھ ساتھ دین اور اسلام کا نام لیکر ایک جماعت نے اپنا منظم کام شروع کیا اور اپنا نام "جماعت اسلامی" رکھا ہمارے اسلاف کو چونکہ اس جماعت سے اختلاف تھا اسکے نظریات اور خیالات پر علماء کیجانب سے تردید بھی کی گئی چنانچہ گذشتہ صفحات میں حضرت مصلح الامۃؒ کے خیالات کی ترجمانی آپ کے سامنے ہے اب ظاہر ہے کہ رد و قدح اور مذمت کا تعلق لفظ "جماعت اسلامی" کے ساتھ جوڑنا طبعاً مکروہ سا معلوم ہوا اسلئے ہم نے جہاں کہیں اس جماعت کا نام لیا ہے تو وہ "مودودی جماعت" کے ساتھ لیا ہے کیونکہ جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہی اس جماعت کی عقل کل تھے اور دوسرے لوگ تو کلاً یا جزواً اصولاً یا فروعاً انھیں کے خوشہ چیں اور مقلد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عارف باللہ امام ربانی حضرت ابوحنیفہ النعمان کی تقلید کا انکار اور ائمہ اربعہ کی تقلید کا مذاق اور استہزار کرنے والوں کو ایک ایسی ذات کا مقلد بنا دیا جو بالفاظ خود نہ مسٹر تھے نہ مولانا بلکہ بیچ کی راس کے ایک آدمی تھے۔ فیاللعجب۔

حضرت مصلح الامۃؒ کا سابقہ ایک تو اس جماعت سے پڑا جس کے متعلق حضرت اقدس کے خیالات گذشتہ صفحات میں ظاہر کئے جا چکے ہیں ——— اور اس سے کچھ قبل ہندوستان میں مسلمانوں کی عام بے راہ روی اور انکے دینی انحطاط کا احساس کرکے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین کا ایک آزمودہ اور مفید نظام کار متعین فرمایا حضرت کے سامنے بزرگوں کی خانقاہیں بھی تھیں جو دوکان معرفت سمجھی جاتی تھیں اور اکابر کے قائم کردہ مدارس دینیہ بھی تھے جنکو اب تک دین کے قلعے کہا جاتا ہے، بلکہ خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دونوں سلسلوں سے فیض یاب تھے اسلئے ان کی افادیت کی نفی یا انکی ضرورت کا انکار کئے بغیر محض یہ خیال کرکے کہ آج یہ کام جتنا بھی ہو رہا ہے کم پیمانہ پر ہو رہا ہے (کیونکہ آج کتنے لوگ ہیں جو اہل حق کے مدارس سے مستفید ہو رہے ہیں اور کتنے لوگ ہیں جنکو خانقاہ کا فیض پہونچ رہا ہے بلکہ خود اہل حق کے خوانق بھی کتنی تعداد میں موجود ہیں؟

اور جو کچھ موجود بھی ہیں وہ کافی نہیں ہیں کیونکہ ضرورت ہے بڑے پیمانہ پر دینی کام ہونے کی اسلئے کہ گمراہی بھی تیزی کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے اور ہدایت کے یہ چراغ بہت کم تعداد میں ہیں۔ چنانچہ ضلالات زمانہ کا مقابلہ کرنے کیلئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظام اور طریق کار اپنے تجربہ اور صوابدید کے مطابق تجویز فرمایا جس سے مقصد نہ تو یہ تھا کہ اب سب مدارس دینیہ بیکار ہیں اور نہ یہ تھا کہ خانقاہیں اب لغو اور بے سود ہیں بلکہ حضرت مولانا دہلوی یہی چاہتے تھے کہ ہدایت کے یہ چراغ جو روشن ہیں یعنی مدارس دینیہ اور بزرگوں کی جگہیں وہ تو بدستور ضوفشانی کرتی رہیں باقی انکے علاوہ مسلمانوں کی اور جو محافل و مجالس انکے ہوٹل، چوپال اور دیگر اسی قسم کے غیر ضروری انکے اجتماعات آج جن لغویات اور دینی جہالات کا شکار ہوتے جا رہے ہیں یہ بھی کچھ دین پر لگیں اور علماء و فضلاء اور جو لوگ کہ اہل ہوں وہ کچھ توجہ ان لوگوں پر بھی رکھیں اور اپنے مشاغل خاصہ کا حرج کئے بغیر کچھ موقع انکے لئے بھی نکالیں یعنی ان میں طلب دین پیدا کریں تاکہ دین کے یہ دونوں مراکز یعنی مدارس اور خوانق اور زیادہ بارونق ہو سکیں اور انکے قیام سے جو مقصد ہے وہ علیٰ وجہ الاتم پورا ہو سکے

غرض انھیں اصولوں پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تبلیغ کا کام شروع فرمایا اور اسمیں شک نہیں کہ بڑا کام ہوا چنانچہ تبلیغ کا یہ نظام حضرت مولانا دہلویؒ کی حیات ہی میں کافی شہرت حاصل کر چکا تھا جسکا علم حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانویؒ کو بھی پورے طور پر تھا اور آپ کے بعد حضرت مصلح الامۃ کے سامنے بھی جماعت کا یہ کام رہا لیکن حضرت حکیم الامۃؒ اور انکے بعد حضرت مصلح الامۃؒ کا خدمت دین کے باب میں اپنا جو طریق کار تھا اس پر یہ حضرات پابندی کے ساتھ کاربند رہے اور ان حضرات نے اپنی زبان سے کسی موقعہ پر اگر اہل تبلیغ کی خدمات اور انکی سرگرمیوں کی تحسین بھی فرمائی ہے تو اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اپنے مخصوص کام میں کبھی کچھ فرق نہیں آنے دیا چنانچہ حضرت مصلح الامۃؒ جو کہ اپنے وقت میں جانشین حکیم الامۃ کہلائے جب آپ کا زمانہ آیا تو جماعت کے اصاغر و اکابر سب ہی کا حضرت مصلح الامۃؒ سے برابر ملنا ہوتا رہا باہر کی جماعتیں بھی کبھی کبھی زیارت و ملاقات کیلئے خدمت والا میں جہاں بھی حضرت رہے حاضر ہوتی رہیں، آپ علماء و فضلاء کرام سے نہایت ہی محبت اور احترام کے ساتھ ملتے اور عوام کے

Scanned by CamScanner

ساتھ بھی غایت شفقت اور تلطف سے پیش آتے ۔ درخواست پر ان کیلئے خلوص کی دعا فرماتے ۔ اور کبھی کبھی ان سے مسلمانوں کے دینی نفع کے واقعات سنکر اس پر اپنی مسرت کا بھی اظہار فرماتے ۔

چونکہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بقول حضرت مصلح الامۃ اپنے اکابر میں سے تھے اور اپنے ایک اصول کے ساتھ ایک طریق کار پر لوگوں کو دین پر لگانے کی سعی فرما رہے تھے اور خلق خدا کو اس سے نفع بھی ہو رہا تھا ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کام سے کسی اہل حق کو اختلاف کرنے کی کیا گنجائش تھی اور ایک نیک کام سے بھلا کوئی بھی دیندار کیوں مزاحمت کرنا پسند کرتا اور اس سے کیونکر آویزش کرتا ، اسلئے جماعت اپنا کام کرتی رہی اور حضرت مصلح الامۃؒ اپنا کام کرتے رہے ۔ باقی یہ ضرور ہے کہ حضرت مصلح الامۃ کا بنیادی نظریہ (جیساکہ آپ کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں آپ آئندہ عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے) یہ تھا کہ اشاعت دین اور تبلیغ دین کے بہت سے شعبے ہیں اور اسکے مختلف طریق کار ہو سکتے ہیں لہذا جس کو جو طریقہ آسان معلوم ہو وہ اس میں لگے اور جو جس کام کا اہل ہو وہ اسکو کرے چنانچہ دین کے سب ہی سلسلوں کو جنھیں اسلاف نے ہم تک پہونچایا ہے خواہ وہ مدارس ہوں یا خوانق ہوں یا تبلیغی ادارے ہوں اسی طرح چلنا چاہیئے جس طرح سے کہ وہ ابتک چلے آئے ہیں اور چونکہ یہ سب کے سب مہتم بالشان امور ہیں اسلئے ان میں سے ہر ہر کام کے لئے کچھ مخصوص لوگ بھی ہونے چاہئیں اور ہر ایک کو مستقل ہی چلنا چاہیئے تبعاً یا ضمناً کسی دوسرے کے ساتھ چلنے میں یہ سب ہی امور ناقص اور ناتمام رہ جائیں گے ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دینی عربی مدارس میں انگریزی اسباق کی تعلیم ہمارے اسلاف کو پسند نہ تھی فرماتے تھے کہ آگے چلکر دین مغلوب ہو جائے گا اور دنیا غالب آ جائیگی اور مقصود حاصل نہو گا چنانچہ آج جن انگریزی مدارس میں صرف دینیات کا گھنٹہ موجود ہے یا جن عربی درسگاہوں میں انگریزی بھی شامل ہے وہاں کا حال آپ کے سامنے ہے کہ دین کا وہاں نام نہیں یا برائے نام ہی موجود ہے ۔

اور دوسرے دینی کام کرنے والوں میں سے بعض حضرات کے حالات اور اقوال سے حضرت اقدسؒ کو کچھ ایسا اندازہ ہوا شاید یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص اور ہر ادارے کو

آج بس یہی کام ہی کرنا چاہیئے ۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب نے ایک مرتبہ بہت طول طویل تمہید بیان کرکے حضرت مصلح الامۃؒ سے یہ سوال کیا کہ :-

(۱) کیا واقعی حضرت اقدس حکیم الامۃ تھانویؒ جماعت تبلیغی سے اختلاف رکھتے تھے ؟

(۲) اور کیا آپ بھی اختلاف رکھتے ہیں اور وہ اختلاف کس نوعیت کا ہے ؟

حضرت والا نے ان صاحب کو یہ جواب مرحمت فرمایا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ایسے استفسارات پہلے (بھی) یہاں آئے ہیں کا جواب دیا گیا ہے ، آپ نے بھی یہی کیا ہے ۔ آپ جیسے حضرات سے یہ امر تعجب خیز ہے ۔ یہ تبلیغ آج سے نہیں ہے ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے ۔ جب علماء اس میں شریک ہیں انھوں نے اسکی ضرورت کو اور اسکی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھکر اس کام کو عمل میں لایا ہو گا اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور لائح ہے اسکے بعد سوال کی (اور پھر ہم جیسے لوگوں سے) کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے ۔ کام مقصود ہے اور اسکو شرعی طریقہ سے کرنا ہے اور علماء دونوں کو جانتے ہیں پھر انکی تقلید کو جو ضروری سمجھ رہا ہے اس پر انکی تقلید ضروری ہے ۔

جو (شخص کوئی) کام کرتا ہے اسکی اہمیت کو وہ عمل سے پہلے اور شرعی نقطۂ نظر سے اسکو سمجھ لیتا ہے بس یہ دونوں پہلو پیش ہیں پھر اب سوال کی حاجت نہیں ۔ سوال عمل سے پہلے ہوتا ہے اور اب اس سوال سے فائدہ کیا ہے ؟ اب تبلیغ اپنے عروج پر ہے وہ روز بروز بڑھتی رہیگی جو اس کے موافق ہو خلوص سے اسکو عمل میں لانا چاہیئے ، سوال سے تردد کا پتہ چلتا ہے کہ ابھی عمل کے جواز میں تردد ہے ۔ یا سب کو اسمیں شریک کرنا چاہتا ہے ۔ بہت سے کام ہیں اور ضروری ہیں سب کو کرنا ہے ایک جماعت اسکے لئے بھی ہونا ضروری ہے وبس اور حدود شرع کا پاس و لحاظ ہر جماعت کو ضروری ہے ۔ والسلام

وصی اللہ عفی عنہ

Scanned by CamScanner

حضرت اقدسؒ کا جواب ملاحظہ فرمائیے اور ابھی ذرا پہلے حضرتؒ کا جو خیال عرض کیا گیا
ہے اسکو ایک بار پھر پڑھ لیجئے اور دیکھئے کہ اس بیان سے بھی وہی حقیقت معلوم ہوئی یا کچھ اور
چنانچہ ہمارا مقصد ان سطور میں صرف حضرت اقدس کے خیالات اور طریق کار پر روشنی ہی ڈالنا
ہے کہ شاید کسی طالب حق کو اس سے کچھ رہنمائی حاصل ہوسکے اور بعد والوں میں سے کسی پر
حضرت کا طریق مشتبہ اور مخفی نہ رہے چنانچہ امید ہے کہ حضرت اقدس سے صحیح تعلق و محبت
رکھنے والے اسکی قدر کریں گے۔

چنانچہ مذکورہ بالا جواب کسی شرح و بسط کا محتاج تو نہ تھا لیکن مزاج والا سے ناواقف
اور حضرتؒ کے انداز کلام سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے شاید بات کسی پر واضح نہ ہوسکی ہو اسلئے
عرض ہے کہ۔ حضرت نے یہ جواب انتہائی اضطرار اور مجبوری کی حالت میں تحریر فرمایا تھا
کیونکہ سائل نے سوال سے پہلے ایک طویل تمہید ایسی ذکر کردی تھی کہ جسکی وجہ سے ایک طرح سے
حضرت والا کو گویا مجبور و مقید کردیا گیا تھا کہ وہ جماعت کی تائید میں اپنا نہایت مؤکد اور واضح
بیان عنایت فرمادیں اور حضرت اقدس اسمیں پڑنا نہیں چاہتے تھے کہ مبادا لوگ اس کو
فتنہ بنالیں مگر سوال کا جواب بھی دینا ضروری تھا تاکہ لوگ کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں اس لئے
بہت سنبھل کر اور بہت غور و فکر کے بعد تول تول کر یہ چند الفاظ تحریر فرمائے (جو کہ کسی جگہ شایع
بھی ہوچکے ہیں) یہی وجہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اسکو شروع فرمایا ورنہ خط کے جوابات
میں اس طرح بسم اللہ لکھنے کا حضرت کا کبھی معمول نہ تھا۔ پھر ابنا ء زمانہ کے فہم و خلوص کا حضرت
کو خوب خوب تجربہ تھا اس لئے کسی کے سوال کا منشا اور اسکی توقع کا بھی حال جانتے تھے لیکن
کوئی موقع ایسا بھی آجاتا ہے کہ سائل کی توقع بھی نہیں پوری کیجا سکتی اور اپنی رائے کا کھلکر اظہار
بھی قرین مصلحت نہیں ہوتا یہ وقت ایک مصلح اور حکیم کے لئے انتہائی ضیق کا ہوتا ہے، بس اسی کو
راقم نے سابق میں اضطراب سے تعبیر کیا ہے۔ یہ سب حالات تو ہمارے سامنے گذرے ہیں ہم پر
اعتماد ہو تو سن لیجئے کہ حضرت والا نے مجبور ہوکر یہ تحریر لکھی تھی چنانچہ عدم بشاشت کا اندازہ ان
فقروں کی نشست میں موجود ہے جو ادنیٰ تامل ہر پڑھنے والے کو معلوم ہوسکتا ہے۔ سوال پر
تعجب فرمانا۔ پھر اپنے سے پوچھے جانے پر راضی نہ ہونا۔ اصولی بات ارشاد فرمادینا کہ کام مقصود ہے

اور طریقہ اسکا شرعی ہونا چاہئے۔ اور یہ فرمانا کہ ہر عالم کا جو مقلد ہو اسکے لئے اپنے معتقد فیہ کے
طریق کا اتباع لازم ہے غیر کے لئے نہیں۔ اور آگے تبلیغ کے عروج پر ہونے کا ذکر کرکے فرمایا
کہ جو اسکے موافق ہو خلوص سے اسکو عمل میں لانا چاہئے۔ معلوم ہوا کسی خاص طریق کار سے اختلاف
بھی ممکن ہے اور ہر ایک پر کسی ایک طریق کا اتباع لازم نہیں ہے۔ چنانچہ آگے یہ جو فرمایا
یا سب کو اس میں شامل کرنا چاہتا ہے، یہ عنوان ہی حضرت اقدسؒ کے تیور کا ترجمان ہے
کہ سائل کی یہ بات قطعی ناپسند فرمائی جارہی ہے یعنی وہ ایسا کیوں چاہتا ہے یہ خیال اس کا
صحیح نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ کام بہت ہیں اور ضروری ہیں اور سب کو کرنا ہے۔ ہاں ایک جماعت
اسکے لئے (یعنی تبلیغ کیلئے) بھی ہونا ضروری ہے۔ باقی رہا حدود شرع کا پاس و لحاظ تو وہ ہر جماعت
کے لئے لازم ہے چاہے وہ اہل مدارس ہوں یا اہل خوانق ہوں یا کوئی ہو۔ حاصل اس جواب کا
راقم نے تو یہی سمجھا کہ :۔

(۱) نفس تبلیغ ضروری ہے

(۲) اس کے لئے بھی ایک جماعت کا ہونا لازم ہے۔

(۳) دین کے بہت سے شعبے ہیں اور سب ضروری ہیں سب کو کرنا ہے۔

(۴) مقصود کام ہے اور شریعت کی حد کے اندر اور اخلاص کے ساتھ کرنا چاہیئے

(۵) کسی جماعت کو دوسرے کام کرنے والی جماعت کی من حیثیت الجماعۃ مذمت نہیں کرنی چاہیئے

اگر تحریر سے حضرت والا کا واقعۃً یہی مقصود ہے جو عرض کیا گیا تو فبہا اسکا اظہار
کچھ جرم نہیں ورنہ ہر شخص اپنے فہم کا مکلف ہے اور اس میں اسکی دیانت کا اعتبار ہے۔

بہرحال تبلیغ کا جو کام ہو رہا تھا ظاہر ہے کہ حضرت والا اسکی مخالفت کیوں کرتے
اور یہ اتنا بھی شاید نہ فرماتے اگر ان سے سوال نہ کیا جاتا یا بقول حضرت والا انکو چھیڑا نہ جاتا۔ کیونکہ
اصل کار تو متفق علیہ تھا جو سوال کا محتاج نہ تھا اور طریق کار میں سب لوگوں کا متفق ہونا کچھ ضروری
نہ تھا اسلئے اسکی سعی لاحاصل تھی لیکن اس سے بھی شاید انکار نہ کیا جاسکے کہ جماعت کا مسلک
نہ سہی اور اسکے ارباب حل و عقد کا خیال چاہے ایسا بالکل نہ ہو (اور حضرت اقدسؒ بھی
جانتے تھے کہ یقیناً ایسا نہیں ہے) مگر یہ کہ بعد میں چل کر بعض پرجوش ناتجربہ کار اور کم علم لوگوں نے

اس باب میں غلو سے کام لینا شروع کر دیا تھا چنانچہ انکی جانب سے اپنے کام کی ترویج کیلئے اور دوسرے کاموں کی تقبیح کا طریقہ عمل میں لایا جانا شروع ہو چکا تھا اسکی اطلاع وقتاً فوقتاً حضرت مصلح الامۃ کو بھی ہوتی رہتی تھی لیکن آپ کا عام طریقہ یہی تھا کہ اسکی جانب سے بالکل صرف نظر فرما رکھا تھا اور ان لوگوں کی اصلاح ان کے خواص ہی سے متعلق سمجھ لیا تھا۔ یہ فرماتے تھے کہ یہ وقت بولنے کا نہیں ہے کسی دوسرے شخص کی اصلاح کو یہ لوگ اختلاف سے تعبیر کریں گے اسلئے مناسب ہے کہ جماعت کے مخصوص حضرات ہی اسکی اصلاح فرمائیں۔

بایںہمہ کبھی کبھی اپنے لوگوں سے جب اس قسم کی باتیں سنتے تھے اور یہ سمجھ لیتے تھے کہ اسکو ناگوار نہ ہوگا تو اس سے اس سلسلہ میں کبھی کچھ تیز تیز بھی فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میرے ایک دوست مجھ سے خود بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ اہل الہ آباد نے تبلیغی کام سیکھنے کے لئے مجھے اور تمھارے والد صاحب مرحوم کو الہ آباد والوں کی طرف سے جماعت میں بھیجا' ساتھ ایک ایسی جماعت کا ہوا جس میں ماسٹر محمد ابراہیم صاحب الہ آبادی، صوفی عبدالرب صاحب مرحوم اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ' بھی تھے۔ اعظم گڈھ کے ضلع میں مبارک پور' مئو وغیرہ ہمارے کام کا حلقہ تجویز ہوا کام کرتے کرتے جب ہم لوگ مئو پہونچے تو قریب ہونے کی وجہ سے میں حضرت مصلح الامۃؒ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کی خدمت میں بغرض زیارت و ملاقات حاضر ہوا (یہ حضرت والا سے اپنا باقاعدہ اصلاحی تعلق ہونے سے پہلے کی بات ہے) میں نے اپنا تعارف کرایا اور حضرت مولانا تھانویؒ سے اپنی عقیدت اور حضرتؒ کے طریقہ سے اپنی قلبی مناسبت کا ذکر کیا اور اس کے بعد اپنی طالبعلمانہ شوخی کی وجہ سے حضرت اقدسؒ کے سامنے اپنی ان تبلیغی مساعی کا حال، تبلیغ کے منافع اور اس زمانے میں اس طرح پر کام کرنے کی ضرورت وغیرہ امور پر ایک مفصل اور اپنی دانست میں مدلل تقریر کی حضرت والا میری ساری تقریر تسبیح پڑھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے سنتے رہے اور جب میں اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت نے مختلف کتابوں سے عبارات نکال نکالکر میری ایک ایک دلیل کا نہایت ہی مسکت جواب دیا گو درمیان درمیان میں حضرت کے ارشادات پر معارضات بھی پیش کرتا رہا لیکن بالآخر حضرتؒ کے دلائل کے آگے مجھے چپ ہی ہو جانا پڑا۔ حضرت والا چونکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ اسکے دل کی آواز نہیں ہے

یہاں دوست سے مراد استاذی حضرت مولانا اثر الوری علیہ الرحمہ ہیں - انہوں نے اس واقعہ کو عاجز سے بیان کیا تھا

بلکہ ان لوگوں سے جو کچھ سنا ہے اسی سے متاثر ہے اس لئے میری خاموشی کے بعد یہ بھی فرمایا کہ آئیں، لوگ مجھ سے گفتگو کریں تو میں انھیں بتاؤں (یعنی صحیح طریق کار اور تبلیغ کا معیار اور اسکے اصول انھیں سمجھاؤں آخر میں نے بھی تو حضرت مولانا کے یہاں رہ کر کچھ سیکھا ہے" انتہی۔

اس گفتگو کے نقل کرنے سے غرض یہ ہے کہ بلا وجہ حضرت اقدسؒ نے جماعت اور اسکے کام سے کبھی منازعت اور مزاحمت نہ خود فرمائی اور نہ اپنے لوگوں سے پسند فرمائی لیکن جب کوئی موقع ایسا آپڑا ہے کہ جس سے کسی طالب کے غلط فہمی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوا ہے تو اس سے نکالنا بھی حضرت اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے' یہ بھی صحیح ہے۔ چنانچہ اسی دور کا ذکر ہے کہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم جو کہ تبلیغ کے سرگرم کارکن بھی تھے انھوں نے ایکمرتبہ حضرت اقدسؒ کو خط لکھا' مضمون اپنے تبلیغی مرکز اور اسکے کام کے لئے دعا کرانا اور خود حضرت والاؒ کو بھی تحریک کی جانب ادب کے ساتھ متوجہ کرنا تھا۔ ان محترم کا خط تو نہ مل سکا بہرحال جواب ملاحظہ ہو (اسی سے مضمون خط کی جانب بھی رہنمائی ہو جائے گی) ان کے جواب میں تحریر فرمایا

مکرمی و محترمی دامت عنایاتکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

بحمد اللہ بعافیت ہوں۔ یاد آوری نے ممنون فرمایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء واکملہ۔ میں نے کچھ روز سے معمول بنالیا ہے کہ علماء کے لئے نیز مدارس اسلامیہ کے لئے وحفاظتِ شریعتِ مقدسہ کے لئے بالخصوص' اور تمام امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ) کے اتباع شریعت کیلئے بالعموم دعاء کیا کرتا ہوں۔ جناب والا کے تبلیغی مرکز کے بقاء و ترقی کے لئے بھی دعا کیا کرونگا تعمیلاً للارشاد۔ کتاب ابھی نہیں پہونچی۔ کسی اہل کے پاس پہونچتی تو زیادہ قدر و انتفاع کی امید تھی بہرکیف دل سے قبول کرونگا اور منتفع ہونے کی کوشش کرونگا۔ آخر میں (جنابنے) یہ فرمایا ہے کہ ـــــ "درحقیقت یہ تحریک غیر طالبین کی دینی تعلیم و تربیت کا ایک نظام ہے یا بالفاظ دیگر یہ کہ غافلوں میں طلب اور فکر پیدا کرنے کی ایک منظم کوشش ہے" ـــــ اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ "فی المشکوٰۃ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنا نفسہ رواہ رزین (مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا ہی اچھا

وہ عالم دین ہے کہ جنکی جانب اگر لوگ احتیاج ظاہر کریں تو وہ انکو نفع پہونچائے اور اگر اس سے استغنا برتیں تو وہ بھی اُنسے بے نیاز ہو کر اپنا کام کرتا (تو) اگر کوئی اس حدیث پر عمل کرے تو ملوم نہ ہوگا۔

(نیز) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں گی تو سب آدمی درست ہو جائیں گے اور جب وہ فاسد ہوں گی تو سب آدمی فاسد ہو جائیں گے ایک جماعت امرار وملوک (کی ہے) دوسری (جماعت) علمار کی ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ عوام کی اصلاح موقوف ہے خواص کی اصلاح پر وانّی لنا۔

اور جو امور غیر اختیاری ہیں انمیں بجز الحاح وزاری بجناب باری کیا چارۂ کار ہے سے

ہر کسے روز بہی می طلبد از ایام
مشکل این است کہ ہر روز بتر می بینم

(ہر شخص زمانہ سے ایام کی خوبی ہی تلاش کرتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے تو ہر آنیوالا دن گذشتہ سے بدتر ہی نظر آتا ہے)

چونکہ جناب نے خطاب کا شرف بخشا ہے اسلئے یہ عرض کیا ورنہ میں اس قابل نہیں کہ کچھ عرض کرسکوں۔ جناب کیلئے اخلاص اور اتباع مرضیات الٰہیہ کیلئے دل سے دعار کرتا ہوں اور جناب سے بھی اپنے لئے اسی کی درخواست کرتا ہوں۔ والسلام۔ خیر ختام۔ وصی اللہ عفی عنہٗ

(از بیاض حضرت والا ؒ)

حضرت والا کا جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ انؔ مولوی صاحب نے اپنی تبلیغی مساعی اور تبلیغی مرکز کی بقا و ترقی کے لئے حضرت اقدس ؒ سے دعار کی درخواست کی حضرت نے جواب مرحمت فرمایا کہ تعمیلاً للارشاد (یعنی آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے (انشاراللہ تعالیٰ) دعار کیا کرونگا۔ نیز انؔ مولوی صاحب نے کوئی کتاب ارسال فرمائی تھی جسکا ذکر خط میں کیا ہوگا' اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تک تو کوئی کتاب ملی نہیں مگر آپ نے بھی میرے پاس بھیجنے کی خوامخواہ زحمت فرمائی ارے کسی اہل کے پاس وہ پہونچتی تو اسکی قدر بھی ہوتی اور وہ منتفع بھی ہوتا بہرکیف جب آپ نے بھیج ہی دی ہے تو آجانے پر دل سے قبول کرونگا اور منتفع ہونے کی بھی کوشش کرونگا۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ اس جواب کے اندر حضرت اقدس ؒ کا ایک خاص مزاج اور مذاق کارفرما ہے

وہ یہ کہ حضرت والا اب قوم کی ضرورت رسائل، کتب اور مضامین سے زیادہ عمل کو سمجھتے تھے اور رذائل کی اصلاح، ترک نفاق، حصول اخلاص، اتصاف بالاخلاق کی جانب ان کو متوجہ کرنا اہم تصور فرماتے تھے رہے مضامین اور مقالے تو اس سلسلہ میں ابتک اسلاف جو خدمات کر چکے ہیں اسکو کافی و وافی خیال فرماتے تھے، چنانچہ علامہ خولی یا اور کسی مصری عالم کی اس بات کو بہت سراہتے تھے اور اکثر و بیشتر اسکو لطف لے لیکر حاضرین کو سناتے تھے۔ فرماتے تھے کہ دیکھو کیسا فرمایا ہے کہ "اے لوگو! تم اس قدر بولے ہو کہ یہ جَو (یعنی فضا تمھارے کلام سے بالکل بھر چکی ہے اب یہ بتلاؤ کہ تم عمل کب کروگے؟"

چنانچہ اسی جذبہ کا وہ بھی اثر تھا کہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی ؒ نے جب جب جامع المجددین، تجدید تصوف و سلوک اور تجدید تعلیم و تبلیغ تصنیف فرماکر حضرت اقدس کے پاس بنظر اصلاح ملاحظہ کیلئے بھیجی تو باوجودیکہ یہ سب حضرت ؒ کے طریقہ اور مسلک ہی کی چیزیں تھیں اور حضرت ؒ کے شیخ ہی کے کلام کی نشاۃ ثانیہ تھی مگر انکو بھی یہی تحریر فرمایا تھا کہ

"آپ کی درخواست (ملاحظہ بنظر اصلاح سے) خواہ تواضع کی رہی ہو یا نہ رہی ہو (کیونکہ انھوں نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ۔ بنظر اصلاح ملاحظہ کی درخواست نہ تواضعاً بلکہ واقعتاً اپنی غلطیوں پر مطلع ہونا مقصود ہے تاکہ دوسری طباعت میں اصلاح ہوسکے) لیکن دوسروں کو تو آپ کے سامنے تواضع کرنی ہی پڑے گی اسلئے کہ خلاف تواضع وہ شخص کچھ کرسکتا ہے جو پہلے اس سے بڑھکر یا کم ازکم اسکے برابر کوئی خدمت اس کے مقابلے میں پیش کرے اور اگر اپنا دامن اس سے خالی ہے تو اہل خدمت کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر چارہ کار نہیں

حضرت (مولانا تھانوی ؒ) رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور حضرت ؒ کے مسلک کو اس علمی دنیا میں انھیں کی زبان میں آپ نے ایک نئے اور مخصوص طریقہ سے پیش فرمادیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے افراد پیدا کئے جائیں اور اس جماعت میں یوماً فیوماً اضافہ ہو کیونکہ جبتک

Scanned by CamScanner

کسی مسلک کی پشت پناہ کوئی جماعت نہ ہو اسکا اعتبار ہی کیا ؟

چونکہ حضرت والا کا یہی مزاج اور مذاق ہی تھا اسلئے کسی کتاب وغیرہ کی تصنیف و تالیف سے کوئی خاص دلچسپی نہ لیتے تھے بلکہ کسی کی کوشش اور ترغیب سے اگر کوئی اللہ کا بندہ دین پر لگ جاتا تھا اور اپنی اصلاح کیجانب متوجہ ہو جاتا تھا تو اسکو زیادہ پسند فرماتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ افراط و تفریط سے خالی ہو کر جو شخص تبلیغی مساعی کا اور اسکے ذریعہ مسلمانوں کے نفع کا تذکرہ حضرتؒ سے کرتا تو اس سے خوش ہوتے کہ چلو کامل دین کی جانب (یعنی مکمل اصلاح کی جانب ابھی متوجہ نہیں ہو سکا ہے نہ سہی نماز و روزہ میں تو لگ گیا آگے وہ بھی ہو جائے گا) ۔

تیسری بات جوان مولوی صاحب کے خط میں تھی اسکے الفاظ کا تو خود حضرت والاؒ نے اعادہ فرمایا ہے اور پھر اسکا جواب عنایت فرمایا ہے ۔ مولوی صاحب مدظلہٗ نے تحریر فرمایا تھا کہ :۔

"درحقیقت یہ تحریک (یعنی تبلیغ) غیر طالبین کی دینی تعلیم و تربیت کا ایک نظام ہے یا بالفاظ دیگر یہ کہ غافلوں میں طلب اور فکر پیدا کرنے کی ایک منظم کوشش ہے"

خط کی اس تیسری بات کا جواب حضرت والا نے ذرا تفصیل سے دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؒ نے بھی مولوی صاحب موصوف کی اس بات کو کچھ اہمیت دی اور اسکا کوئی خاص منشار اپنے ذہن میں سمجھا جسکی ترجمانی خود حضرت والا کے جواب کے الفاظ کر رہے ہیں ۔

راقم جو سمجھ سکا وہ یہ ہے کہ ان مولوی صاحب نے اپنے اس کلام سے کہ "درحقیقت یہ تحریک الخ" تحریک تبلیغ کا کچھ تعارف حضرت اقدس سے کرانا چاہا تو حضرت نے اس سے یہ سمجھا کہ میں تو آخر اس سے واقف ہی ہوں اور میں خود بھی ایک کام کر رہا ہوں پھر جوان مولوی صاحب نے یہ زحمت گوارا کی تو اسکا منشار یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اور مجھے اس کام کا مخالف جانکر میرے ذہن کو صاف کرنا منظور ہے اور یا میری عملی شرکت نہ دیکھکر یا میرے اپنے کام کو کافی نہ سمجھکر مجھکو ہی ترغیب دینا مقصود ہے ،

ظاہر ہے ان امور سے رفع غلط، ضروری تھا اس لئے حضرت اقدسؒ نے صاف صاف فرمادیا کہ بھائی مولوی صاحب مشکوٰۃ شریف میں حضرت علیؓ سے جو حدیث شریف نقل فرمائی گئی ہے تو اگر مجھ جیسا) کوئی شخص اس پر عمل کرلے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ ملوم (ملامت کیا ہوا) نہ ہوگا لہٰذا لوگوں کو بھی اس پر یا اسکے فعل پر ملامت نہ کرنی چاہیئے ۔

اور اسی پر بس نہیں فرمایا بلکہ آگے ابن عباسؓ کی ایک اور حدیث نقل فرمائی جس میں عوام کی اصلاح کو خواص کی اصلاح پر موقوف ہونے کو فرمایا گیا ہے ۔ مطلب حضرت اقدسؒ کا واللہ تعالیٰ اعلم یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرمانا چاہا ہے کہ آپ کی تحریک کا مقصد غافلین عوام کی دینی تعلیم و تربیت ہے تو بہت بہتر لیکن دیکھنا یہ ہے کہ عوام سے مقدم خواص و علماء کی اصلاح ہے کیونکہ جب خواص ہی بدحال ہونگے تو اسکی وجہ سے عوام کا بدحال ہونا لازم ہے (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ انکی اصلاح مشائخ ہی سے اور انکے تعلیم فرمودہ مجاہدات ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے جس کے لئے اسلاف نے خوانق کی بنا ڈالی ہے اور اسی سلسلہ سے بقدر اپنی استطاعت و ہمت کے میرا بھی تعلق ہے پس ہم بھی تو وہی کام کر رہے ہیں بلکہ اصل کار ہی کی طرف متوجہ ہیں ۔ اسی کو آگے "وانی لنا" کہکر اشارہ فرمایا کہ افسوس کہ ایسے اداروں کی جنکی ضرورت فی زمانہ زیادہ ہے آج بہت کمی ہے بلکہ نایاب ہے لہٰذا اسکی فکر اور انکی بقاء کی فکر بھی از بس ضروری ہے ۔

اسی کو میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت والا خود سے اور ابتداءً تو اس سلسلہ میں اپنی زبان بند ہی رکھتے تھے لیکن اگر کسی کو بطور خود یا اپنی جانب سے کسی غلط فہمی کا شکار ہوتا دیکھتے تو اسکا ازالہ بھی نہایت نرمی اور حسن خلق کے ساتھ ضرور فرما دیا کرتے تھے جیسا کہ مکتوب بالا کے جواب باصواب میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ۔

حاصل یہ کہ اس باب میں بھی حضرت والاؒ کا طریق تو نہایت واضح اور بالکل عیاں تھا معلوم نہیں لوگوں کو کہاں سے اس سلسلہ میں غلط فہمی ہو گئی، جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں شاید اسکا منشار یہ ہوا ہو کہ نفس تبلیغ کو تو حضرت مصلح الامۃؒ بھی ضروری اور کتاب و سنت سے مبرہن سمجھتے تھے اور تبلیغ کرنیوالوں کیلئے کچھ شرائط کو بھی ضروری قرار دیتے تھے لیکن کسی مخصوص

Scanned by CamScanner

صورت کے ساتھ اسکو مقید اور منحصر نہیں خیال فرماتے تھے بلکہ دین کے اور دوسرے شعبوں مثلاً تعلیم و تدریس، وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت ان سب امور کو بھی تبلیغ دین ہی کا فرد قرار دیتے تھے چنانچہ جسطرح سے جماعت تبلیغ کے نظام کو مطلق تبلیغ کا ایک فرد سمجھتے تھے اسی طرح سے خود اپنے اختیار کردہ طریق کار کو بھی اسکا ایک فرد سمجھتے تھے۔ لہٰذا جب بھی کسی جانب سے افراط و تفریط ملاحظہ فرماتے تو اسکی اصلاح بھی فرما دیا کرتے تھے۔ اب اس اصول کے تحت اگر کبھی اور کہیں سے خود حضرتؒ ہی کے لوگوں کے متعلق کسی نے کچھ شکایت حضرتؒ تک پہونچائی۔ تو حضرت اقدسؒ سے اپنے لوگوں کی تنبیہ بھی ثابت ہے اور اس کے برعکس اگر کہیں اہل تبلیغ نے غلو اور افراط سے کام لیا اور وہ حضرت والا کے علم میں آگیا ہے تو حضرت نے اپنے منصب اصلاح کی رو سے انکی بھی اصلاح فرمائی ہے۔ حضرت اقدس کے حالات میں دونوں طرح کے معاملات ملتے ہیں (جو آئندہ صفحات میں انشاء اللہ ناظرین کے ملاحظہ سے بھی گذریں گے) چنانچہ جس شخص کے سامنے ان دونوں قسم کے معاملات میں سے کوئی ایک ہی آیا تو وہ حضرت اقدسؒ کی جانب سے کچھ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا۔ مثلاً جس نے یہ دیکھا کہ حضرت والا اپنے لوگوں کو تبلیغی جماعت کی مخالفت کرنے سے منع فرما رہے ہیں اور اس سلسلہ میں انھیں تنبیہ و ہدایت فرمائی جا رہی ہے تو اس نے سمجھا کہ حضرت والا بالکلیہ جماعت کے کاموں سے متفق ہیں، اور جس کے سامنے اور بھی دوسرے حالات و واقعات کی تفصیل آئی تو بہت سے لوگوں نے اس کے مجموعہ سے یہ اخذ کیا کہ حضرت والا گو جماعت کے ساتھ دعاءً شریک ہیں لیکن عملاً شریک نہیں ہیں (نہ اس سے مخالفت کی بنا پر بلکہ خود ایک مستقل کام میں مشغولیت کی وجہ سے جس کا تحفظ بھی اسلاف کے طریقہ پر ضروری ہے) اور راقم کے نزدیک بھی اس جماعت کا خیال صحیح تھا لیکن بعضوں نے اور ترقی کر کے یہ سمجھ لیا کہ حضرت والا اس تحریک ہی کے مخالف ہیں، راقم کے نزدیک ان حضرات کا یہ استنباط صحیح نہ تھا اسلئے کہ طریق کار کا مختلف ہونا اور بات ہے اور کسی جماعت ہی کا مخالف ہونا اور بات ہے چنانچہ حضرت اقدسؒ جماعت کے مخالف نہ تھے ہاں حضرت والا کا طریق کار اسکے طریق کار سے جدا اور مختلف ضرور تھا اس میں دو رائے نہیں۔ اور جس طرح سے یہ غلط فہمی خلاف اور اختلاف والی حضرت اقدسؒ کے بعض لوگوں کو ہوئی اسی طرح سے دوسری جانب

بھی بعض حضرات کو ہو گئی کہ انھوں نے بھی حضرت والاؒ کیجانب اختلاف اور مخالفت کی نسبت سمجھی اور بدگمانی کا شکار ہو گئے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مصلح الامتؒ نے اسکی مخالفت کبھی نہیں فرمائی جس طرح سے کہ اسمیں عملی شرکت بھی کبھی نہیں فرمائی اور نہ کبھی اپنے مخصوص لوگوں کیلئے سلک جماعت میں منسلک ہو کر اسی طرح کام کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ اور مخصوص لوگ اسلئے عرض کیا کہ اگر کبھی کسی کو حضرت والا کی جانب سے اختیار و اجازت کا بھی ثبوت ہو تو راقم کے علم و مشاہدہ کے مطابق وہ ایسے ہی چند افراد ہوں گے جن کا تعلق جماعت کے کاموں سے سابقاً رہا ہوگا اور انھیں حالات میں وہ حضرت اقدس کیجانب رجوع ہو کر حضرت والا سے بیعت بھی ہو گئے ہوں گے پھر بعد تعلق جدید بھی اپنے قدیم تعلق کی بنا پر کبھی کہیں جانے کی اجازت حضرت والا سے چاہی ہوگی تو حضرت والاؒ نے بھی معاملہ کو انھیں کے حوالہ فرماتے ہوئے اور یہ خیال فرما کر کہ میں مانع بلخیر کیوں بنوں انکو اجازت دیدی ہوگی، چنانچہ ایسے بعض حضرات میرے بھی علم میں ہیں۔ باقی جن حضرات کا اولین تعلق حضرت اقدسؒ سے ہوا یعنی جن کے پیش نظر سب سے پہلے اپنی اصلاح تھی اور ان کے حالات اور اپنے تجربات کی بنا پر حضرت والاؒ نے بھی انکو سمجھ لیا تھا تو غالباً ایسا کوئی نہ ملے گا جس کو حضرت والاؒ نے کبھی چلے میں نکالا ہو یا صلاح کے دور میں اصلاح کی اجازت دی ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف یہ تو دیکھا گیا ہے کہ بعض مخلصین طالبین کے ساتھ (جو راقم کے علم میں بھی ہیں) انھیں کے اصلاحی مصالح کے پیش نظر حضرت والاؒ نے بھی وہی معاملہ فرمایا جو گذشتہ صفحات میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت احنف بصری کے ساتھ فرمایا تھا (یعنی ایک سال کیلئے انکو وعظ و تقریر بلکہ اختلاط انام ہی سے قطعی روک دیا تھا)

دینی جماعتوں کے متعلق حضرت مصلح الامتؒ کا خیال جو اوپر عرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ بھی حضرت والاؒ ہی کے طرز سے ماخوذ ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود کو درمیان سے علٰحدہ کر کے حضرت والاؒ کے بعض حالات و مقالات بعینہٖ پیش کردوں جو آپ کے ان خیالات کا ماخذ ہیں امید ہے کہ وہ ناظرین کے لئے عموماً اور حضرت مصلح الامتؒ سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کیلئے خصوصاً انکی تسلی خاطر اور اطمینانِ قلب کا ذریعہ ہوں گے۔

Scanned by CamScanner

مکرر عرض ہے کہ ان صفحات میں کسی جماعت یا اسکے طریق کار پر نقد و تبصرہ کرنا منظور نہیں ہے بلکہ صرف حضرت اقدس مصلح الامۃؒ کا مسلک ضرور واضح کرنا مقصود ہے تاکہ وہ پردۂ خفا میں نہ رہے۔ اور اس باب میں حضرتؒ کا طریق طالبین پر ظاہر ہو جائے۔

(بعض تعلیمات و اصلاحات حضرت مصلح الامۃؒ)

①

(ہر کام میں خدا کی مرضی اور اپنے اخلاص کی فکر ضروری ہے)

عرض حال: حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت والاؒ کے یہاں جو چیز ملتی ہے اپنی آنکھوں نے ابھی تک کہیں نہیں دیکھی۔ حضرت والاؒ نے رخصت ہونے سے کچھ دیر قبل جو ارشاد فرمایا تھا اور عملی کوتاہیوں پر جو تنبیہ فرمائی تھی بحمدہٖ تعالیٰ اسکا دل پر کافی اثر ہے اسی وقت یہ طے کر لیا تھا کہ زندگی کے جو بھی دن باقی ہیں انکو بیکار ضائع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر کرے اور اسکے لئے سب کچھ کرنے کیلئے تیار ہو اور اپنی اصلاح سے غافل رہے یہ نفس کا دھوکا اور مکر ہے۔ عقلی طور پر تو اسکا احساس اس سے قبل بھی ہوتا رہا مگر اس احساس نے عملی شکل کوئی نہ اختیار کی اگر کچھ دن عمل ہوا بھی تو اس پر مداومت نہ ہو سکی۔ حضرت والا کی توجہ کی برکت سے اب اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ جو دعاء ارشاد فرمائی تھی اور مولانا جامی صاحب نے پرچہ میں لکھکر جو اوراد عنایت فرمائے تھے بفضلہٖ تعالیٰ اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ حضرت والا دعاء فرمائیں کہ اللہ پاک خلوص و استقامت نصیب فرما دیں۔

ارشاد مرشد: الحمد للہ۔ دعاء کرتا ہوں۔

(اور جواب میں یہ تحریر بھی گئی)

آپ کا خط حضرت والا کے نام آیا۔ (فرمایا) — ماشاءاللہ خوب بات لکھی۔ آپ جیسے انسان کی ایک بات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس نے بات کو سمجھ لیا ہے اور اسی کی دراصل ضرورت ہے، آج صحیح بات ہی تو لوگوں کو سمجھانا مشکل ہو رہا ہے۔ بہرحال اب سے سبھی اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے نفس کا یہ چور خوب پکڑا کہ — "یہ

کوئی عقلمندی کی بات نہیں کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر کرے اور اسکے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو اور اپنی اصلاح سے غافل رہے یہ نفس کا دھوکا اور مکر ہے" — بالکل صحیح بات ہے۔ بس اگر اسی کو سمجھ لیجئے گا تو بڑے عقبہ سے نکل جائیے گا۔ کسی سے کام دراصل اللہ تعالیٰ لیتے ہیں اور فائدہ اور فیض بھی اللہ تعالیٰ ہی پہونچاتے ہیں۔ بس انسان مخلص بننے کا مکلف ہے پھر تو لوگ ناک رگڑیں گے اور اسی سے اصلاح کی خواہش کریں گے اور اگر اخلاص ہی نہ ہوا تو خود سوچئے کہ پھر یہ سب ہما ہمی کا ہے کیلئے ہے؟ خدا تو اس کام سے راضی نہیں اسلئے اس کام میں برکت بھی نہیں ہے اسلئے آدمی کو ہر کام میں خدا کی مرضی اور اپنے اخلاص کی فکر ضروری ہے۔ (رجسٹر نقل خطوط ص۴۵ ج۱۱)

(یہ خط کسی عامی کا نہیں ہے بلکہ ایک محترم بزرگ کا ہے جو بحمد اللہ ایک شیخ جامعہ اور مشائخ وقت میں سے ہیں)

②

(اصلاح کیلئے پہلے صلاح ضروری ہے)

عرض حال: گذارش خدمت عالی میں اینکہ خاکپائے کا دارالعلوم دیوبند میں یہ دورۂ حدیث کا سال گذر رہا ہے۔ احقر کے وطن قصبہ ۔۔۔ کا نازک ترین حال ہے یعنی یعنی اسلام کا ٹمٹماتا ہوا چراغ جل رہا ہے اور امر و نواہی سے کوسوں دور، علم و عمل کا لعدم فسق و فجور کی حد نہیں، رسم و رواج بدعات میں جہلائے عرب سے کم نہیں، ہمارے علماء حضرات جو کہ فارغ ہو کر مکان تشریف لیجاتے ہیں محض معمولی تنخواہ پر بوجہ فکر معاش درس عالیہ (مولوی فاضل) جس میں کہ علم نبوی کا مکمل درس نہیں ہوتا، درس اختیار کر لیتے ہیں جسکا نتیجہ عام طور پر یہ رونما ہوتا ہے کہ غیر تو غیر اپنے اہل پر بھی علم و عمل کو آشکارا نہیں کر سکتے اسلئے کہ گھر میں رہنے کا موقع ہی نہیں ملتا غرض عوام الناس سے لیکر خواص تک حال ابتر ہے۔

ان حالات کے پیش نظر مجروحِ طائف (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یاد دل میں تڑپ اور اور جوش پیدا کرتی ہے کہ تبلیغ کا سلسلہ جاری کروں لیکن اس بارگراں کا اہل خاکسار اپنے کو نہیں پاتا اسلئے دربار فیض میں بعد فراغ امتحان سالانہ حاضر ہو کر حضور والا کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی آرزو ہے اللہ کرے کہ پوری ہو۔

آرزوئے دیگر : چونکہ خاکپا کو غریب خانہ جانے کے بعد مالی مشکلات اور کچھ معاملات میں پھنس جانے کا خطرہ ہے جس سے استغنار کیلئے حضور کی توجہ کی ضرورت ہے لہٰذا حضور والا سے گذارش ہے کہ کہ بارگاہ مجیب الدعوات میں اپنے مخصوص وقت میں اپنی مقبول دعار سے نوازیں تاکہ قاضی الحاجات آنیوالی جمیع مشکلات کو دور کردے بالخصوص مالی مشکلات۔ نیز میرے والد صاحب تقریباً آٹھ نو سال سے اپنی زمین کیلئے چند مقدمے لڑ رہے ہیں احکم الحاکمین جلد فیصلہ کرادے۔ نیز والد صاحب کا کل قرضہ ادا ہو جائے۔ اور میرے لئے علم نافع اور عمل حسنہ کی توفیق کی دعار فرمادیں اور جواب میں اپنے نیک اور مفید مشورہ سے بھی نوازیں، عین کرم ہوگا۔ والسلام۔

ارشادِ مصلح : بھائی مولوی صاحب! باتیں تو آپ نے بہت عمدہ لکھی ہیں لیکن ابنار زمانہ سے میرا اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے وہ یہ کہ عام طور پر تو یہی دیکھتا ہوں کہ جو لوگ نیک اور دیندار بھی ہوتے ہیں تو ان کے پیش نظر صلاح سے پہلے اصلاح ہوتی ہے۔ انکا ذکر نہیں کرتا جو اصلاح کے لئے صلاح کی ضرورت ہی کے قائل نہیں۔ اور نہ انکو کہتا ہوں جنکا مقصد تحتیل دین سے نہ صلاح ہے نہ اصلاح بلکہ محض دنیا کمانا ہے یہ لوگ تو لا یُعبأ بہ کے درجہ ہیں، ان لوگوں سے کہتا ہوں جو (دوسروں کی) اصلاح کیلئے اولاً (اپنے اندر) صلاح کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کو فکر صرف اپنی اصلاح ہی کی ہونی چاہیئے۔ دوسروں کی اصلاح اللہ تعالیٰ جس سے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں چنانچہ جس کسی کو اس منصب کیلئے ادہر ہی سے چنا جاتا ہے اسی سے کچھ کام بھی ہو جاتا ہے۔ باقی خود انسان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن اپنی اصلاح چونکہ ذرا تلخ ہے اسلئے نفس کبھی تو اس سے منکر اور کبھی اس کے ساتھ ہی ساتھ اصلاح ناس کی شیرینی ملا لیتا ہے جو کہ اس مرتبہ میں یعنی (مبتدی ہونے کی حالت میں) اس کے لئے سم قاتل ہوتی ہے اسلئے اس اتنے جزء کو اپنے مضمون سے خارج کر دیجئے (یعنی ابھی سے دوسروں کی اصلاح کی فکر چھوڑ دیجئے) باقی سب صحیح ہے۔ اللہ تعالےٰ ارادہ میں آسانیاں بہم پہونچائے، اور سب مشکلات دور فرمائے، مقدمات میں کامیابی ہو اور والد صاحب کا قرض ادا ہو جائے۔ آپ کے علم وعمل کے لئے بھی دعار کرتا ہوں۔ والسلام

(رجسٹر نمبر ۱۱، ص ۱۸۳)

(۳)

(پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے اسلئے کہ اصلاح صلاح کی فرع ہے)

عرض : خدا کا شکر ہے کہ آخرت کا خیال غالب ہوتا جا رہا ہے۔ اہتمام و فکر اسباب دنیا کسی قدر کم ہوتی جا رہی ہے۔ بیوی کہتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ویرانہ (یعنی جنگل) اختیار کروگے یاد الٰہی (الحمد للہ) تھوڑی تھوڑی بڑھ رہی ہے۔ غصہ میں ایک دن اپنے بچہ کو مار دیا ایک ضد کی بنا پر اسکی عمر ۵ سال کی ہے جو کہ حد تادیب سے کم ہے۔ قوت غضبیہ کا استعمال تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دے۔

ایک دن ایک صاحب نے بڑی محبت سے بلایا اور کہا کہ چائے پی لو جماعت کا وقت ہو رہا تھا قدرے انتظار کر کے میں چلدیا ان کے لڑکے نے روکا، میرے منہ سے بات سخت نکل گئی کہ مجھے غرض نہیں ہے تمہیں غرض (پلانے کی) ہو تو مسجد میں لاؤ چنانچہ عصر کے بعد وہ چائے لایا اور کہا کہ مجھے غرض تھی اسلئے میں لایا، مجھے (اسپر) ندامت ہوئی۔

اسی مجلس میں انکے والد صاحب نے کہا کہ میرے لئے دعار کرو۔ اس وقت بھی میرے منھ سے بات سخت نکلی کہ خدا نے تمکو منھ نہیں دیا ہے (تم خود دعار کرو) خدا تو سب کی سنتا ہے۔ حالانکہ عادۃً میرا معاملہ ایسا کبھی نہ تھا۔ (اب) اگر کوئی پاس بیٹھتا ہے تو وحشت ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ جی چاہتا ہے کہ کہدوں کہ چلے جاؤ۔ ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ بعض دفعہ جی گھبراتا ہے کہ کہاں چلا جاؤں۔

ایک دن ایک صاحب نے جو تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں اور سرگرم کارکن بھی مجھ سے بڑی منت سماجت سے کہا کہ آج اجتماع میں تم کچھ کہدو آج کوئی کہنے والا نہیں ہے میں نے کہا کہ یہ کام میں چھوڑ چکا ہوں، اس معاملہ میں میں نے اپنے اوپر جبر نہیں کیا طبیعت خود تقریر کرنے سے رک گئی۔ پھر انھوں نے کہا کہ مشکوٰۃ ہی سنا دینا۔ میں نے صاف کہدیا کہ میں آپ لوگوں کے کام کا نہیں رہ گیا آپ کو کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گا۔ اب تبلیغی طور طریق کے آدمی جو مجھ سے کچھ تعلق رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ ——— ہاں بھائی تم ٹھیک کہتے ہو کہ اپنی اصلاح پہلے ضروری ہے۔

ایک اور بات ہے جو کھٹک رہی ہے کہ کہیں یہ سب میرے راستے میں دانہ و دام تو نہیں ہے کہ آگے پھانس لیں۔

ایک صاحب کہتے تھے کہ تمہاری وجہ سے تمہارے شیخ سے انس معلوم ہوتا ہے (حالانکہ) یہاں کی انجمن نے بہت سے مشاہیر علماء بلوائے مگر کسی کی طرف میرا میلان نہیں ہوا (سب مجھے) بڑا ڈر یہ ہے کہ میں اپنے بزرگوں کی بدنامی کا ذریعہ نہ بنوں۔ لوگ مجھ جیسے لوگوں سے جو بزرگوں کے طریق پر اپنے کو بتلاتے ہیں بزرگوں کو پہچاننے کی کوشش کریں گے ' انھیں مبادا (میری بدعملی سے) یہ خیال ہو کہ ان کے بزرگ بھی ایسے ہی ہوں گے۔ چنانچہ ان صاحب کی آمد و رفت میرے پاس بڑھ گئی ہے اور مجھ سے بڑا تاثر ظاہر کرتے ہیں ..... کوئی خط حضرت والا کی خدمت میں بھی انکا پہونچا ہوگا معلوم ہوتا ہے وہ دل سے محبت کرتے ہیں کوئی دن مشکل ہی سے ناغہ جاتا ہوگا کہ وہ کچھ نہ کچھ میرے گھر کھانا بھیج نہ دیں باوجود میرے منع کرنے کے ابتک یہی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جی نہیں چاہتا کہ کوئی چیز گھر میں پکے ہم کھائیں اور تمہارے بچے نہ کھائیں۔

کل بعد عصر مسجد میں تلاوت کر رہا تھا اسوقت فکر آخرت غالب تھی۔ سورہ مریم شروع کی خلاف عادت توجہ بجائے لفظ کے معنی کی طرف رہی حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ۔ اولاد کیلئے دعاء۔ بھائی بندوں سے خوف اور آل یعقوب و اسحٰق کی وراثت کا ذکر بڑی سرعت سے دل میں اتر گیا، بس کھو گیا میں اس میں' ایسا انہماک مجھے تلاوت قرآن پاک میں کم ہوا ہوگا عجب تاثر تھا' قریب تھا کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے دل بھر آیا اسی حال میں اچانک وہی صاحب گرم گرم پھلوریاں لئے ہوئے آگئے اور مزہ تھوڑی دیر کے لئے بدل گیا۔

اسوقت سے ابتک یہ فکر غالب ہے کہ جو کوتاہیاں تم نے عبادت میں کی ہیں وہ کیسے معاف ہوں گی جو گناہ یاد بھی نہیں وہ کیسے معاف ہوں گے؟ ابتک تمھارے ہاتھ اور زبان سے تکلیف جن جن کو پہونچی انکی معافی کی کیا صورت ہے؟ ان میں سے کتنے لوگ دنیا سے جا چکے اور کتنے ایسے ہیں جن سے ملاقات کی توقع نہیں۔ یہ خیال اور غم معلوم ہوتا ہے کہ کھا جائیگا اب اسکے سوا سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سب کیلئے دعائے مغفرۃ کرتا رہوں اور لگا ہے آیتوں کا

ایصال ثواب بھی کرتا رہوں شاید اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے اور انکو راضی کردے اور استغفار کے ساتھ پختہ عہد کروں کہ دونوں حقوق ادا ہوں اور خدائے برتر کی رحمت سے توفیق نصیب ہو جی چاہتا ہے کہ بہت جلد جلد حاضری دوں۔ اللہ تعالیٰ اسباب مہیا فرما دیں اور موانع قطع فرمائیں۔ والسلام۔

الحمد للہ کہ آخرت کا خیال غالب اور فکر دنیا مغلوب ہو رہی ہے ـــ

ارشاد مرشد: کیوں؟ بیوی ایسا کیوں کہتی ہے، ویرانہ اختیار کرنا کوئی کمال تھوڑا ہی ہے۔ کیا اس نے اپنے یا کسی کے حقوق میں کچھ کمی دیکھی؟ نیز مخلوق سے وحشت کا ہونا تو خالق سے انس کی علامت ہے لیکن ان کے ساتھ اس قسم کی سخت کلامی مناسب نہیں ہے

الحمد للہ کہ تبلیغی لوگ بھی متأثر ہیں اور طریق کار انکی سمجھ میں بھی آتے ہیں

یہی بات ہے جو آپ نے لکھی ہے کہ پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے پھر دوسروں کی اسلئے کہ اصلاح تو صلاح کی فرع ہے۔ ہاں آپ کے ان دوست کا خط آیا تھا۔ تجربہ سے اس قسم کے اختلاط (یعنی یہی کھانے پینے) کی زیادتی کچھ مضر ہی ثابت ہوتی ہے اور مولوی تو یوں بھی کھانے پینے میں بدنام ہیں اسلئے اجتناب ہی میں سلامتی ہے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ کوئی اعتقاد بھی ظاہر کرے بقول آپ کے یہ چیزیں واقعی دانہ و دام ہی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ (ترجمہ) مضر ترین شے (ایک سالک کیلئے) دوسرے لوگوں کا اسکو اثبات اور تبرک کی نظر سے دیکھنا ہے۔ اسلئے کہ لوگ تو ان باتوں کو سمجھتے بوجھتے نہیں (کہ کون شخص واقعی خدارسیدہ ہے اور کون نہیں ہے۔ ظاہری حالات دیکھکر ایک شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں) حالانکہ اسکی ارادت تک ابھی درست نہیں ہوئی ہوتی تو پھر بھلا اسکو متبرک بنا لینا کب درست ہے۔ لہٰذا اہل سلوک کیلئے حب جاہ سے نکلنا واجب ہے اسلئے کہ یہ تو انکے لئے سم قاتل ہی ہے ((اور جو شے سم قاتل ہو اسکے حصول کا سبب بنا کب روا ہے) (قشیریہ)

آخر میں آپنے حقوق العباد سے سبکدوشی کا طریقہ دریافت کیا ہے تو طریقہ اس کا یہی ہے کہ جو لوگ موجود ہوں انکے حقوق کو ادا کر دیا جائے یا اُن سے معاف کرا لیا جائے اور جو موجود نہیں ہیں تو اگر حقوق معلوم ہوں تو معلوم ہونے کی صورت میں اُنکی جانب سے

Scanned by CamScanner

صدقہ کردیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیجائے ممکن ہے کہ اسی احسان کے بدلے میں کل کو حشر میں اللہ تعالیٰ اسکو اس سے راضی فرمادے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ (رجسٹر ۳ ص ۲۰۵)

(۴)

(کار خود کن کار بیگانہ مکن)

عرض حال :۔ حج سے واپسی پر میں نے ابتک آپ کو اطلاع نہیں دی تھی

ارشاد مرشد :۔ آپ نے اس سے پہلے متارکت کردی تھی (یعنی ترک تعلق سا کر رکھا تھا)

عرض حال :۔ برابر خیال لگا رہا کہ حاضر ہوکر قدمبوسی حاصل کروں۔ بہرکیف معافی کا خواستگار ہوں۔

ارشاد مرشد :۔ خیال سے کیا ہوتا ہے اسکی تفصیل پرچہ ملحقہ میں ملاحظہ ہو۔

عرض حال :۔ الحمد للہ یہاں جامع مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ فی ماہ سے شروع ہوا ہے اس میں تفسیر بھی بیان ہوتی ہے۔ ایک صاحب بیان کرتے لیکن چار جمعہ سے وہ نہیں تھے میں نے آپکی دعا اور اللہ رب العزت کی ہدایت سے بیان کیا .... ایک زمانہ آپکی توجہ کا وہ تھا کہ میں نے وطن میں نماز وغیرہ کی تلقین شروع کی اسکا بہت اثر ہوا اگر اسی قسم کی توجہ پھر فرمادیں تو یہ درس قرآن کی مجالس حقیقت میں میرے لئے اور دیگر مومنین کیلئے نجات کا ذریعہ ثابت ہوں۔

شاید آپ خیال فرمائیں کہ میں نے اتنے بڑے کام یعنی "تفسیر القرآن" بیان کرنے کا ذمہ کیوں لیا تو عرض ہے کہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔الآیہ کچھ تو جسارت فطرت انسانی میں داخل ہے اور کچھ لِّيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور تبقین وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ میں نے ہمت کی، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور آپ خلوص کیلئے دعا فرمائیں

ھدایت مرشد (پرچہ ملحقہ پر) آپ نے بہت دنوں بعد یاد فرمایا اور تشریف

لاتے ہوئے اس سے بھی زیادہ زمانہ گذر گیا یہاں کی حاضری کا مقصد آپ نے اصلاح تجویز فرمایا تھا اور میرے متعلق بھی آپ نے اپنی جانب سے محبت وعقیدت ظاہر فرمائی تھی ایک طرف تو یہ سب سلسلہ رہا لیکن ابھی تک آپ نے طریق اصلاح میں قدم بھی نہیں رکھا کہ اب دوسروں کی اصلاح کا بیڑا اٹھا لیا یہ کیسا ہے؟ حالانکہ مثل مشہور ہے "اول خویش بعدہ درویش" ابھی خویش ہی کے خانہ میں صفر تھا تو پھر درویش کی باری کیسے آگئی؟ آخر یہ کیا بات ہے لوگوں کو دوسروں کی اصلاح کی تو فکر ہوتی ہے لیکن خود اپنی اصلاح کی طرف سے بیفکر ہوتے ہیں، حالانکہ اسکو سمجھتے ہیں کہ اصلاح فرع ہے صلاح کی۔ یعنی پہلے صلاح ہوگی پھر دوسروں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ مگر آپ نے اپنی اصلاح وغیرہ تو کچھ کی نہیں اور دوسروں کی اصلاح میں لگ گئے یہ تو قبل از وقت کسی کام کا کرنا ہوا اسکے متعلق یہی کہتا ہوں کہ ــــــ "کار خود کن کار بیگانہ مکن" ــــــ آپ حضرات اہل فہم میں جب آپ ہی ایسا کریں تو دوسروں سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔ (رجسٹر ۳ ص ۱۹۹)

(راقم عرض کرتا ہے کہ ہدایت ہذا میں حضرت اقدسؒ کا یہ اصول نمایاں ہے کہ حضرت والا اصلاح نفس کو اصلاح ناس سے مقدم خیال فرماتے تھے اسطرح سے کہ اول کے زمانہ میں ثانی میں لگنے کو پسند نہیں فرماتے تھے خواہ وہ شعبۂ وعظ وبیان تفسیر ہو یا دعوت وتبلیغ ہو اور اپنے اس اصول میں حضرت والا کامل بصیرت پر تھے۔ نیز سالک مذکور کے عرض حال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس باب میں انسان کا نفس کیسا کیسا زور لگاتا ہے دیکھئے اپنی تفسیر بیان کرنے کے کیسے دلائل فراہم کئے کہ شیخ اگر بصیرت پر نہو تو اسکو اجازت ہی دینی پڑجائے لیکن ناصح مشفق اور حاذق طبیب نے کس قدر نرمی سے مدلل طور پر بات سمجھانے کی سعی فرمائی جسکو کوئی کوئی تو سمجھ لیتا تھا اور کوئی اعتراض کرتا تھا کہ دیکھئے صاحب تفسیر قرآن بیان کرنے سے روکتے ہیں۔ والتوفیق من اللہ)۔

(۵)

(دوسروں کی اصلاح کیلئے اپنا دینی زیاں مناسب نہیں)

عرض حال :۔ یہاں تبلیغی جماعت قائم ہے جسکا ہفتہ واری اجتماع مدرسہ کی مسجد میں

ہوتا ہے۔ مہتمم صاحب و دیگر ہمدردان مدرسہ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دفعہ جماعتوں کے ساتھ باہر جاؤں۔ یہی چند آدمی ہیں جو معین ہیں اگر مصلحتاً اس معاملہ میں انکا ساتھ دیتا ہوں تو اپنی رائے کے خلاف عمل ہوگا جو میرے خیال سے ایک قسم کا نفاق ہی ہے۔ ابتک میں ان سے اپنے کو الگ نہ کرسکا یہ جماعت یہاں پانچ سات برس سے قائم ہے مگر نتیجہ صفر کے برابر ہے وقتی طور سے کچھ دین کی ہماہمی ہو جاتی ہے پھر جیسے سیلاب کے بعد پانی نکل جائے۔ اجتماع میں اپنے انداز کی کتابیں پڑھا کرتے تھے آخیر میں جہاد کی آیات پڑھکر باہر نکلنے کی ترغیب کرتے تھے لوگ ڈر سے اپنا نام پیش کرتے تھے اب تو بہت تھوڑے آدمی شریک ہوتے ہیں۔ جب سے میرے ذمہ لوگوں نے یہ کام کیا ہے میں مشکوٰۃ کی احادیث پڑھ دیتا ہوں اور بس مگر اب انشاءاللہ تعالیٰ اپنے کو جلد ان سے علیحدہ کرونگا دوسروں کی اصلاح کے زعم میں اپنا معمول ترک کر کے اپنی گردن شیطان کے دام میں کون کسائے۔

ارشاد مرشد: بیشک

عرض حال: — اور بارش کی امید پر اپنے گھڑے کا پانی کون اونڈیلے (یعنی گرائے)

ارشاد مرشد: — خوب — (رجسٹر ۳ ص ۱۶۷)

(۶)

(حدود شرکت کی تعیین پر حضرت مصلح الامۃ کی تحسین)

عرض حال: — حضرت والا نے احقر کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ——— "دیانۃً جو دینی کام مفید ہو کیجئے" ——— تو حضرت یہی دیانت ہی تو سیکھنے کے لئے حضرت سے تعلق پیدا کیا ہے — میں اور میری سمجھ ہی کیا؟ البتہ خداوند تعالیٰ کی توفیق اور آپ بزرگوں کی دعائیں شامل حال رہیں تو انشاءاللہ یقین ہے کہ صحیح دیانت سمجھنے کی توفیق ہو جائیگی

ارشاد مرشد: — بیشک، بیشک بہت خوش ہوا —

عرض حال: — اپنی زندگی بھر تو یہی سبق سیکھنا ہے اگر عمر نوح ہو تب بھی نفس کی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ کید نفس سے محفوظ رکھے۔

ارشاد مرشد: — بیشک بیشک — آمین

عرض حال: — اپنے اقوال و احوال میں خلوص کی اور ان کو لوجہ اللہ بنانے کی سعی کرتا ہوں۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ اگر مستعدی اور تفکر سے کام لیا گیا تو انشاءاللہ ضرور اخلاص پیدا ہوگا — ارشاد مرشد: بیشک

عرض حال: — لیکن یہ کام پہلے تبلیغی جماعت میں بہت آسان معلوم ہوتا تھا لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر پوری زندگی میں بھی نفس کی کما حقہٗ اصلاح ہو جائے تو سب سے بڑی کامیابی ہے — ارشاد مرشد: الحمدللہ

عرض حال: — تبلیغی جماعت کے متعلق احقر نے جو فیصلہ کیا ہے بغرض اصلاح عرض کر رہا ہوں جو غلطی ہو اس سے متنبہ فرمائیں۔ وہ یہ کہ جہاں تک ہو سکے تخلیہ اختیار کیا جائے اور پوری جدوجہد کے ساتھ اصلاح نفس کی فکر میں لگ جایا جائے اور جلسہ جلوس سے جس درجہ احتیاط برتی جا سکے ضروری ہے۔

ارشاد مرشد: الحمدللہ۔ مبارک ہو۔ بڑا خوش ہوا۔

عرض حال: ہمارے تبلیغی احباب جب بھی ملتے ہیں میں ان سے بہت اخلاق سے ملنے کی کوشش کرتا ہوں، بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ انکا خیال رکھتا ہوں اور میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ کسی ملاقات میں بھی ان حضرات سے مناظرانہ گفتگو نہ کی جائے۔

ارشاد مرشد: الحمدللہ۔ خوب

عرض حال: چنانچہ اس رویہ کا یہ اثر ہوا کہ میرے بعض دوست بہت متاثر ہوئے ان میں سے بعض حضرات محترم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب کے یہاں بھی آتے ہیں۔ میں نے بھی یہ ارادہ کیا ہے کہ اگر کسی خاص موقع پر وہ حضرات جو میرے تبلیغی جماعت کے رفیق کار ہیں تبلیغی سلسلہ میں مجھ سے (کچھ) مشورہ لیں گے تو مشورہ بھی دونگا۔

ارشاد مرشد: بہتر ہے۔

عرض حال: — لیکن جہاں تک ہو سکے گا احتیاط ضروری ہے۔ تحقیق۔ الحمدللہ۔

عرض حال: — آج چار مہینہ ہو رہا ہے کہ تبلیغی جماعت میں شرکت نہیں کی اور

Scanned by CamScanner

نہ ایسا موقع دیا کہ ان لوگوں نے ضد کیا ہو۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کام کو خدا کیلئے کیا جائے یا ترک کیا جائے تو یقیناً خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں جس سے وہ محفوظ رہ سکے۔ ارشاد مرشد: بیشک۔

عرض حال: اگر غلطی ہو تو اصلاح فرماکر معاف فرمائیں۔ تحقیق: خوب، صحیح ہے۔

عرض حال: اور حضور والا دعا فرمائیں کہ خداوند قدوس دینی سمجھ اور اپنے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ارشاد مرشد: نہایت دل سے دعا کرتا ہوں۔

(۷)

(یہ ضروری نہیں ھے کہ ھم ھر کام میں شریک ھی ھو جائیں)

ہدایت شیخ (معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب نے جماعت میں شرکت کے متعلق حضرت والا سے کچھ دریافت کیا تھا حضرت نے انکو جو جواب دیا وہ آپکے سامنے ہے حضرت والا کی اجازت یا عدم اجازت، رضا یا عدم رضا کس بات کا علم اس سے ہوتا ہے اسے آپ خود استنباط فرمالیجئے۔ باقی گذشتہ نمبر میں جس حد تک اجازت معلوم ہو رہی ہے تو وہ بزرگ وہی تھے جو پہلے سے اس طریق کار کے دلدادہ اور اپنے یہاں کی تبلیغ کے روح رواں رہ چکے تھے)۔

ان صاحب کو تحریر فرمایا کہ۔ آجکل جو جماعتیں تبلیغی کام کر رہی انمیں شرکت کیلئے اپنے رجحان قلب کو دیکھنا چاہیئے اگر رجحان ہے اور کسی قسم کا کھٹک و تردد نہیں ہے تو شرکت کی ممانعت نہ سمجھنا چاہیئے ورنہ بدون کسی منازعت کے (یعنی کسی سے لڑے جھگڑے، بحث ومباحثہ، مناظرہ و مجادلہ کئے بغیر) سب سے علیحدہ رہنا چاہیئے اور کہدینا چاہیئے کہ دین کا کام سب کو اپنی مقدرت اور اختیار بھر کرنا چاہیئے ہر شخص اپنی ذمہ داری پر کرے اور اسیکا وہ مکلف بھی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس جواب سے آپکی تسلی ہوجائیگی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر کام میں شریک ہو جائیں۔ دین کیلئے مسلمانوں کی فلاح کیلئے دعا کرنا بھی توانکے ساتھ شرکت ہے اگر سمجھ میں آگیا ہو تو تحریر فرمایئے (کہ آپ نے کیا سمجھا؟) والسلام

راقم عرض کرتا ہے کہ بس یہ تھا حضرت مصلح الامۃ کا طریق دربارۂ تبلیغ حاضرہ جو گویا "نہ انکار می کنم و نہ ایں کار می کنم" کا مصداق تھا یعنی حضرت کا اپنا اصلاحی نصاب اور اصلاحی نظام مستقل تھا جس میں کسی بھی دینی کام کرنے والے سے مزاحمت تو بالکل نہ تھی اور یہ بھی پسند نہ تھا کہ کوئی دوسرا بھی ہمیں چھیڑے اور ہمارے کام کو ناکافی قرار دے اسی امر کے اظہار کیلئے یوں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ یعنی ایک جگہ جم کر کام کرنا اور اصلاح نفس کو مقدم جاننا اسکو سمجھ بوجھکر اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار ہے پھر اپنا تجویز کردہ نظام دوسروں پر مسلط کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔

لیکن افراط وتفریط تو ہر جگہ بری شئے ہے اور سبب فساد بن جایا کرتی ہے اسلئے حضرت اقدس اول تو اس قسم کی بات زبان سے نکالتے نہ تھے کہ مبادا لوگ میری بات کو نہ سمجھکر افراط وتفریط کا شکار ہوجائیں اسلئے کبھی کبھی ان لوگوں سے دریافت بھی فرمالیتے تھے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے آپ کیا سمجھے؟ اپنے الفاظ میں اسکو دہرایئے تاکہ میں بھی سمجھ لوں کہ آپ نے بات سمجھ لی ہے اور غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گئے ہیں۔ مبادا میری اصلاحی معروضات کو سبب فساد بنالیا جائے)

(۸)

(میری تعلیمات کا خیال آپ لوگوں کو ضروری ھوگا)

عرض حال برادر موصوف الصدر نے پہلے بھی مجھ سے مشورہ لیا تھا اور حضرت والا کا والا نامہ دکھایا جس میں تبلیغ کے متعلق یہاں کے حالات کے باب میں رائے لینے کا حکم ہے میں نے ان سے کہا تھا کہ خیر اس حیلہ سے اسکول کے اساتذہ اور طلبہ کو کچھ اپنی باتیں کہنے سننے کا موقع نکل آئیگا، مگر چند باتوں کا خیال بہت ضروری ہے:۔

ایک۱ یہ کہ اسکا سب سے زیادہ خیال رہے کہ کہیں خدانخواستہ ؎

شد غلامے کہ آب جو آرد   آب جو آمد و غلام ببرد

(ایک بچہ دریا سے پانی لینے کیلئے گیا اسکی ایک موج ایسی آئی کہ بچہ ہی کو بہا کرلے گئی اور ڈبو دیا)

کا مصداق نہ ہو جائے مطلب یہ کہ اسکا خیال رہے کہ دوسروں کی خاطر اپنا نقصان نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ آجکل کی تمام خرابی نفاق عملی کی اور صدق و اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ہے اس تشخیص کے ماتحت علاج کی فکر ہو۔

تیسرے یہ کہ جس سے ملو اور جہاں جاؤ اپنے اکابر کے مسلک سے ذرہ برابر نہ ہٹو یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ دوسرے تمھارے اثر کو لینے والے ہوں اور تم کسی سے متاثر نہ ہو کہیں کسی جگہ تم سے زیادہ اثر رکھنے والا ساتھ ہو تو اسوقت کچھ عذر کرکے تم ہمراہ نہ جاؤ

چوتھے یہ کہ جماعت کے طریقۂ کار کی پابندی کا لحاظ نہ رکھو اور اسکی مخالفت بھی نہ کرو۔ ہاں ایک بات ضروری ہے کہ جماعت کے بعض کارکنوں کے اندر یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ مدارس غیر ضروری ہیں اور نفس کی اصلاح جماعت کے کارکنوں کی خوب ہو جاتی ہے مشائخ کے یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ بعض ایسے لوگوں کو جو مشائخ کے پاس جانا چاہتے تھے کچھ لوگوں نے ورغلایا (یہ کہکر) کہ ہم نے دیکھا ہے کہ خانقاہوں میں رہنے والوں کے نفس کی اصلاح نہیں ہوئی، اور جماعت میں کام کرنے والوں کی ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے جس نے مجھے یہ آکر سنایا یہ کہا کہ خانقاہ میں رہنے والوں میں سے جنکی اصلاح نہیں ہوئی تو یا تو وہ خانقاہ اصلاحی خانقاہ نہ ہو گی یا جانے والے نفاق عملی میں بتلا ہوں گے۔ شیخ کو دھوکا دیکر (وہاں سے) نفاق میں ترقی لیکر آئے ہوں گے۔ غرضیکہ یہ دونوں خیالات نہایت خطرناک ہیں۔ حکمت عملی کے ساتھ اسکی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

ایک بات یہ ہے کہ اس میں غلو نہ ہو اور دور نہ جائیے گا، گاہے ماہے فرصت کے وقت ایک آدھ دن کیلئے تبلیغ کیلئے نکل سکتے ہیں پھر اسکے بعد جب ساتھ آنیوالے متوجہ نظر آئیں تو ضرور اپنے یہاں یا وہ آدھ گھنٹہ کوئی وقت مقرر کرکے ان کے اندر رسوخ پیدا کرنے کیلئے "وصیۃ الاحسان" وغیرہ سنایا کریں حضرت والا کے "متفرق ملفوظات" جو طویل مضمون کی شکل میں میں وہاں سے نقل کرکے لایا تھا وہ بھی برادرِ موصوف کے حوالہ کر دیا ہے کہ اسکو بھی سنایا کرو۔

ارشاد مرشد: آپ خود فہیم ہیں اور آپ کے برادر بھی۔ میری تعلیمات کا خیال

آپ دونوں حضرات کو ضروری ہو گا وبس۔ وصی اللہ عفی عنہ

(۹)

(اب آپ لوگ بھی میرے طریقے کو نہ سمجھیں گے تو کس سے توقع رکھوں)

عرض حال: آجکل یہاں مولانا محمد یوسف صاحب تبلیغی جماعت کے جلسے میں تشریف لائے ان کے بعض مواعظ میں شرکت کا موقع ملا۔ ان کے اخلاص اور للّٰہیت کا دل پر اثر ہے مواعظ بھی مؤثر تھے۔ وہ مجھے بھی اس جماعت میں شرکت کیلئے ساعی ہوئے اور دوسرے بااثر احباب کے ذریعہ بھی مُصر ہوئے لیکن میں نے صرف یہ عرض کیا کہ آپ کے کام سے مجھے محبت ہے لیکن اپنے آپ کو تبلیغی جماعت میں داخل ہو کر کام کرنے کا اہل نہیں پاتا۔ میں ناقص ہوں اسلئے دوسروں کی تکمیل کا سبب نہیں بن سکتا۔ رہے چلے گزارنا تو خدا رکھے اسکے لئے میرے شیخ کا در زندہ ہے اور میں اپنی تکمیل کا واحد مقام اپنی مرشد کی درگاہ ہی کو سمجھتا ہوں اگر ہو سکا تو وہیں چلے گزاروں گا۔ احباب کے اصرار پر میں نے کہا کہ بھائی یہاں فوج تیار ہوتی ہے مگر میرے مرشد کے یہاں سپہ سالاروں کی تربیت ہوتی ہے اسلئے "مرا مرشدِ من بس است" میں سپہ سالار بننے کے بجائے سپاہی کیوں بنوں۔ خدا گواہ انھیں دیکھنے اور ان کے جلسے کی بھیڑ بھاڑ اور دھوم دھام دیکھنے کے بعد حضور والا کی محبت و عظمت پہلے سے بھی کہیں زیادہ محسوس ہونے لگی فالحمد للہ علی ذلک والسلام

ارشاد مرشد: الحمد للہ بخریت ہوں۔ آپ کے جوابات سے خوش ہوا۔ اب آپ لوگ بھی میرے طریقے کو نہ سمجھیں گے تو کس سے توقع رکھوں؟

(رجسٹر نقل خطوط ص ۱۷۵ ج ۹)

(راقم عرض کرتا ہے کہ صاحب عریضہ ایک عالم دین ہیں حضرت اقدسؒ کے تلمیذ اور مسترشد ہیں بچپن میں حضرت والا کی تربیت میں عرصہ تک رہے ہیں، حضرت والا نے انکے لئے جو طریق پسند فرمایا وہ جواب میں نمایاں ہے انکی فہم اور جواب پر مسرت کا اظہار فرمایا اور آخر میں جو جملہ ارقام فرمایا ہے وہ کسقدر حسرت اور محبت میں ڈوبا ہوا ہے جو حضرت اقدس

سے محبت اور عقیدت رکھنے والوں کیلئے تو بس ایک تازیانۂ عبرت ہی ہے کیونکہ حضرت والا یہی چاہتے تھے کہ لوگ میرے طریقے کو خود سمجھیں مجھے اپنی زبان سے نہ کہنا پڑے کہ تم یہ کرو اور وہ نہ کرو، باقی اہل علم اور خواص میں بھی مجھ سے تعلق کے بعد اگر اتنی بھی فہم نہیں پیدا ہوسکی ہے تو افسوس ہے اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں دین کے کسی بہتر طریقے سے انکو روکتا ہوں تو اُپر مزید افسوس ہے کہ یہ بات تو عقیدت کے بھی خلاف ہے)

(۱۰)

(جو لوگ حضرت کے طریق پر نہیں ہیں مجھے ان سے مناسبت نہیں ہے)

عرض حال: الحمد للہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ حضرت والا کا طریق تعلیم و تلقین اور طرز امتیازی کہ سب سے زیادہ نظر خلوص و صدق پیدا کرانے کیطرف رہتی ہے اور اصلاح اخلاص کا نہایت درجہ اہتمام اور پھر مجھ سیاہ کار کا اہل اور مشاغل میں منہمک شخص کے اندر جو انقلاب ہو رہا ہے کہ اپنے عیوب برابر پیش نظر رہتے ہیں اس کھلی کرامت کو دیکھ رہا ہوں تو میرا اعتقاد ہے کہ بجز اس طریقہ کے اور طریقوں میں تضییع عمر ہے۔

ارشاد مرشد: اعتقاد ہی اس طریق میں نافع ہے مگر جبکہ معرفت و بصیرت کے ساتھ ہو (اور یہ جو فرمایا کہ اور طریقوں میں تضییع عمر ہے تو یوں کہنا چاہئے کہ) خلوص کے بغیر تضییع عمر ہے (مطلب یہ کہ خلوص کے ساتھ اور طریقے بھی مفید ہوسکتے ہیں اور خلوص ہی نہ ہو یا اعتقاد و بصیرت ہی نہ ہو تو یہ طریقہ بھی چنداں مفید نہیں)۔

عرض حال: کسی سے حضرت والا کے مناقب سنتا ہوں تو اس سے مجھے بڑی راحت تو ہوتی ہی ہے (لیکن) بڑی خوشی بھی حاصل ہوتی ہے کہ واللہ میں عقیدت اور بصیرت میں ان مناقب بیان کرنیوالوں کا محتاج نہیں ہوں۔ اسمیں تو میرا عقیدہ یہ ہے کہ ع۔ زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است (ہمارے ناتمام اور ناقص عشق سے ہمارے یار کا جمال بے نیاز ہے)۔ **ارشاد مرشد:** الحمد للہ۔ بیشک۔

عرض حال: جو لوگ مشائخ اور علماء میں سے (بھی) حضرت والا کے طرز و طریق پر نہیں ہیں مجھے تو ان سے ذرہ بھر مناسبت نہیں ہے۔ ویسے کسی مصلحت کی بنا پر (کہ خوامخواہ شورش اور فتنہ نہ ہو) وہ یہاں آتے ہیں تو ان کے پاس جا کر مل لیتا ہوں۔ حضرت مولانا۔۔۔۔۔۔ صاحب اہتمام کے ساتھ صرف مجھ سے ملنے کیلئے دو دفعہ تشریف لائے مگر حضرت اقدس مولانا تھانوی رح کے طریق سے ذرا ہٹے ہوئے نظر آئے اور انھوں نے بار بار فرمایا کہ میرے متعلق تجھے کوئی بات کھٹکتی ہو تو صاف کہدے اسلئے میں نے کہا کہ بس یہی بات کھٹکتی ہے کہ آپ حضرت اقدس رح کے خلیفہ ہیں اور فرما رہے کہ فلاں صاحب سے بیعت ہو کر آ رہا ہوں۔ آپ کی یہ بیعت اُن سے، اپنے اتنے بڑے شیخ و مجدد فن کی توہین سی معلوم ہوتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے صرف۔۔۔۔۔ کے سلسلہ میں بیعت کی ہے۔ میں نے کہا کہ عام لوگوں کو کیا معلوم ہوگا اور وہ کیا فرق کریں گے (وہ تو) بس یہی سمجھیں گے کہ حضرت تھانوی رح قدس سرہٗ سے جو کچھ حاصل ہوا ہے اسمیں کسر باقی رہی تھی اب یہاں اسکی تکمیل ہوئی —— میری اس گفتگو سے بہت متاثر معلوم ہوئے۔ **تحقیق:** الحمد للہ

عرض حال: اور مجھ سے فرما گئے کہ اب میں تیری جیسی رائے ہے اسی کے مطابق وطن جا کر بیٹھ جاؤں گا باہر نہ نکلونگا وہیں بیٹھکر تبلیغ کرنے والوں کو کچھ ہدایتیں کرتا رہوں گا۔ **ارشاد مرشد:** بہتر ہے۔ خدا کرے اس پر عمل کریں۔

عرض حال: اسکے پیش نظر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک مجھے احساس ہے کسی سے متاثر نہیں ہوتا ہوں۔ **ارشاد مرشد:** الحمد للہ۔

عرض حال: اور کسی سے خود جا کر حضرت والا کے متعلق دریافت بھی نہیں کرتا خود ہی کوئی یہاں آکر اپنے طور پر کچھ کہدے تو اس میں اگر حضرت کی ذرہ توہین ہوئی تو اس میں مداہنت بھی نہیں ہوتی۔

ارشاد مرشد: الحمد للہ۔

Scanned by CamScanner

(۱۱)

(آپ لوگوں کی بدفہمی سے تو میں عاجز آگیا ہوں)

عرض حال: تبلیغی جماعت کا ایک اجتماع یہاں شہر میں ہونے والا تھا۔ ہمارے محلہ کی مسجد میں بھی جماعت کے چند اصحاب آئے ہوئے تھے۔ بعد مغرب مولوی۔ ۔ ۔ ۔ صاحب نے وعظ فرمایا، وعظ کا ماحصل تو دین کی اہمیت اور دنیا سے نفرت ہی تھا اس سلسلہ میں اپنا طریقہ کار پیش کیا وعظ کے ختم پر فرداً فرداً جماعت کے اصحاب جماعت کی تبلیغ کرنے (جانے) کے لئے وقت کا وعدہ کرانے میں کوشاں ہوئے مجھ سے بھی ایک صاحب نے نہایت نرمی ہی سے کہا۔ میں نے انکو یہی جواب دیا کہ — "اپنی خیرخواہی رہنے دیجئے میں نے مولانا صاحب کا سن لیا ہے اب میں خود فیصلہ کرونگا (ہاں دفعتاً یہ کلمات بیڈھڑک اور تیزی میں نکلے) اسکے بعد وہ بھی خاموش ہو گئے اور میں نماز میں مشغول ہو گیا۔ اس واقعہ میں میری غلطی تیز لہجہ میں جواب دینا ہے، یا بالکل جواب ہی نہ دیا ہونا

ارشاد مرشد: یہ ٹھیک تھا (کہ خاموش ہی رہتے اور تیز جواب نہ دیتے)

ایسا اتفاق پڑتا تو ہے لیکن بہت کم حتی الوسع میں رعایت ملحوظ رکھتا ہوں

عرض حال: تبلیغ میں نکلنے کے اسقدر فضائل بیان ہوتے ہیں گویا قیامت میں اللہ تعالیٰ اسی کی پرسش فرمائیں گے۔ اہل اللہ کی خدمت میں ایک لمحہ کے لئے بیٹھنا بہتر کہ اس سے بڑھکر تبلیغ میں نکلنا ہے۔ میرے نزدیک تو اہل اللہ کی صحبت کے مقابلہ میں کوئی عبادت نہیں (یک زمانے صحبتت اولیاء + بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا) حضرت میری اصلاح فرمائیں۔

ارشاد مرشد: خود جانتے ہو۔

(جواب کے ساتھ یہ تنبیہ بھی فرمائی)

آپ لوگوں کی بدفہمی سے تو میں عاجز آگیا ہوں۔ اخلاق سکھاتے سکھاتے تھک گیا لیکن جب سنتا ہوں تو کوئی نہ کوئی بدخلقی کر لیتے ہیں۔ آپ لوگوں کو اسکا احساس بھی نہیں ہے

کہ اسکا اثر اور ضرر کہاں تک پہونچتا ہے۔ قرآن شریف پڑھتے ہیں اس میں ہے کہ قولٌ معروفٌ ومغفرةٌ خیرٌ من صدقةٍ یتبعها اذیً (یعنی خوبصورتی کے ساتھ کچھ کہدینا اور سائل کی ضد اور ہٹ کو معاف کر دینا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد اسکو ایذاء بھی دیجائے) لیکن وقت پر کسی سے نرم بولی بولنے پر جیسے (آپ لوگ) قادر ہی نہیں ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ عبادت گذار ہونا آسان ہے مگر اخلاق کے ساتھ متصف ہونا بڑا دشوار کام ہے۔ خلیق آدمی مخالف کو بھی موافق کر لیتا ہے اور بدخلق موافق کو بھی مخالف بنا لیتا ہے۔ حسن خلق کی مدد سے لوگ کیسے کیسوں کو نبھا دیتے ہیں اور آپ لوگوں کیلئے چار آدمیوں کے ساتھ زندگی گذارنی مشکل ہے۔ آپ کا یہ معاملہ (یعنی یہ تیز جواب) پسند نہیں ہوا۔ اب بھی بات سمجھ میں آئی یا نہیں۔ نہ سمجھو گے تو یہاں آنے کی بھی اجازت نہ دونگا۔ جب کچھ سمجھنا ہی نہیں ہے تو کہیں آنے جانے سے فائدہ؟

(راقم عرض کرتا ہے کہ یہ تھا حضرت مصلح الامۃ کا اعتدال کہ عملاً گو کار تبلیغ میں شریک نہیں تھے لیکن ان حضرات کے ساتھ اپنے لوگوں کی اس نوع کی بدخلقی بھی پسند نہ تھی دیکھئے سالک مذکور پر کیسا مواخذہ فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مواخذہ انکی تیز کلامی ہی پر ہوا تھا کہ یہ طرز عمل آئین خانقاہ اور وضع صوفی کے خلاف تھا اور لوگوں کو حضرت اقدس ہی سے بدگمان کر دینے کے مرادف تھا اسلئے کہ آجکل لوگ مرید سے اس قسم کے امور کا مشاہدہ کر کے براہ راست اسکی نسبت شیخ ہی کی جانب کر دینے میں بھی تکلف نہیں کرتے۔ پس جس معاملہ میں حضرت والا سکوت اختیار فرمانا چاہتے ہوں اور اپنی زبان سے کچھ نہ کہنا چاہتے ہوں وہاں جس طرح سے اس خاموشی سے تائید اور شرکت کا استنباط صحیح نہیں ہے اسی طرح سے غیر عالم اور عوام کے لئے دوسروں سے رد و قدح بھی ناپسند تھا رہے علماء تو اگر وہ کسی امر منکر پر دلیل شرعی کی رو سے نکیر کریں تو یہ انکا منصب ہے۔ باقی مرید کے افعال کی نسبت پیر کیجانب کرنا یہ کچھ صحیح طریقہ بھی نہیں کیونکہ لوگ نبیؐ کے امتی ہو کر بھی خلاف سنت کام کرتے اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہو کر بھی معصیت کرتے ہیں تو اس سے معاذ اللہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیا الزام لیکن اہل زمانہ کا حال چونکہ ایسا ہی اسلئے حضرت اقدس کسی خلاف کام کرنے کو ادنیٰ خیال سے بھی پسند نہ فرماتے تھے)

Scanned by CamScanner

(۱۲)

(الدّینُ النصیحۃ)

(ہدایت مصلح الامۃؒ برائے متعلقین و منتسبین خصوصًا و عامۃ المومنین عمومًا)

مجھے مختلف مقامات سے اور معتبر ذرائع سے یہ بات پہونچی ہے کہ کہیں لوگ اسوقت تبلیغی جماعت سے کچھ الجھ رہے ہیں، ایک دینی کام کو نہ خود ہی (اپنے طور پر بھی) انجام دیتے ہیں اور نہ دوسرے ہی لوگوں کو کرنے دیتے ہیں بلکہ طرح طرح سے انکے کام میں روڑا اٹکاتے ہیں میں اسکو نہایت ہی برا سمجھتا ہوں کہ آدمی نہ تو خود کوئی کام کرے اور نہ کسی دوسرے کو کرنے دے بلکہ کام کرنے والوں پر اعتراضات کی اسقدر بھرمار کرے کہ وہ ان سے گھبرا کر اس کام ہی کو ترک کر دے۔

اس زمانہ میں دینی کام کرنے کی جسقدر ضرورت ہے ظاہر ہے اور اسکے لئے کسقدر زیادہ کام کرنے والوں کی حاجت ہے یہ بھی مخفی نہیں ہے اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ضرور رہیں گے جو اسکے دین کی خدمت اور اسکی حفاظت دل و جان سے کریں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ایک ہی مقصد کے سلئے طریق کار مختلف ہوں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی علماء اہل حق شکر اللہ مساعیہم اپنے اپنے صوابدید کے موافق دینی جد جہد فرما رہے ہیں۔

اب اگر کسی کو کسی خاص طریق کار سے کچھ اختلاف ہو تو زیادہ سے زیادہ وہ یہ تو کر سکتا ہے کہ اپنے طریقہ اور ہمت کے مطابق کام کرے لیکن دوسرے دینی کام کرنے والوں کی بھی ہمت افزائی نصرت اور انکے لئے دعائے خیر کرنا ضروری ہے اور اگر انکے کسی تسامح پر مطلع ہو تو بطور نصح و خیر خواہی کے نرمی سے اسکو سمجھا دے نہ یہ کہ اس جماعت ہی پر لعن طعن شروع کر دے اور بعض افراد یا عوام کی بدسلیقگی کیوجہ سے جماعت کے اکابر کو بھی مورد الزام قرار دینے لگے۔ میں اسکو نہایت ناپسند کرتا ہوں اور اس زمانہ میں اسکو بھی مسلمانوں کی تفرقہ بازی کا موجب سمجھتا ہوں اور یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ اسکی کوشش کیجائے کہ سب مسلمانوں میں باہم الفت و مودت پیدا ہو اور بغض و عداوت قلوب سے دور ہوں کیونکہ کسی بھی دینی اور عمومی کام کے بارآور ہونے کا سب سے پہلا زینہ افراد کا باہمی اتفاق و اتحاد ہی ہے۔

لہٰذا میں تمام مسلمانوں کو عمومًا اور اپنے متعلقین اور منتسبین کو خصوصًا یہ ہدایت کرتا ہوں کہ کسی بھی دینی کام کرنے والی جماعت سے (خواہ وہ تبلیغی جماعت ہو یا کوئی اور) الجھیں نہیں بلکہ بحدامکان انکی نصرت اور اعانت ہی کر دیا کریں اور کچھ نہ ہو سکے تو دعائے خیر تو اسکے حق میں بہرحال کیا ہی کریں کیونکہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بھی اپنے اکابر میں سے ہیں معاذ اللہ وہ کوئی مبتدع یا غیر مخلص شخص نہیں ہے کہ انکی جماعت پر رد و انکار کیا جائے (یعنی جو اصول صحیحہ کے ساتھ کام کرنی والی ہو)

رہی یہ بات کہ بعد کے لوگوں میں کچھ طریق کار میں کوتاہی ہو رہی ہے تو اسکے متعلق بھی مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ خود جماعت کے اہل علم حضرات اور خواص کے علم میں یہ چیزیں آگئی ہیں اور اسکی طرف سے وہ غافل نہیں ہیں لہٰذا وہ خود ہی اسکی اصلاح کر لیں گے۔ ہم کو اور آپکو اسکی کیا ضرورت ہے کہ ایک کام دین کا جو ہو رہا ہے اس میں رخنہ اندازی کر کے خواہ مخواہ مسلمانوں کے لئے ایک نیا باب فتنہ کا کھولدیں۔

اس نازک زمانہ میں معمولی سے معمولی فتنہ کو بھی مسلمانوں کے حق میں مہلک ہی سمجھتا ہوں لہٰذا خود بھی اس سے دور رہنا چاہتا ہوں اور اپنے محبین کو بھی اس سے دور رہنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ دین نصیحۃ ہی کا نام ہے۔

حضرت مصلح الامۃ نے اپنے اس ارشاد میں حسب ذیل امور پر اپنے لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے:-

(۱) کسی دینی جماعت سے الجھنا اور کسی بھی دینی کام میں رخنہ اندازی کو میں پسند نہیں کرتا

(۲) دین کے کام کے لئے بہت لوگ درکار ہیں، انسان خود بھی کوئی کام نکرے اور دوسروں کو بھی نکرنے دے یہ تو بہت برا ہے۔

Scanned by CamScanner

(۳) یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی کام کے لئے طریق کار مختلف ہوں۔

(۴) کسی خاص طریقۂ کار سے اگر کسی کو اختلاف ہو تو اپنے طریقہ اور ہمت کے مطابق ہی کام کرے یہ صحیح ہے کیونکہ اصل کام ضروری ہے نہ کہ کوئی خاص طریق کار

(۵) کسی دینی کام کرنے والی جماعت سے الجھے نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اسکی اعانت اور نصرت ہی کردے، اور کم از کم اسکے لئے دعا کرنا بھی اعانت ہی ہے۔

(۶) کسی جماعت کی کوتاہی کی اصلاح مناسب ہے کہ اسکے اکابر خود کریں۔ دوسروں کے اصلاح کرنے میں مخالفت کا شبہ کیا جا سکتا ہے جو مفید نہیں ہوا کرتا۔

(۷) خواص کو عوام کی جانب سے غافل نہیں رہنا چاہیئے بلکہ انکی خامیوں کی اصلاح کر دینی چاہیئے' ورنہ یہی لوگ انکو بھی بدنام کردیں گے۔ چنانچہ اسی کی کڑی یہ تحریر اور اس سے پہلے کا جواب بھی ہے کہ حضرت اقدسؒ کو اپنے لوگوں کے متعلق تجاوز کی ذرا بھی اطلاع ملی تو خطاب خاص اور خطاب عام کے ذریعہ انھیں ضرور تنبیہ فرما دی گئی۔ حضرت والاؒ یہی بات اور حضرات سے بھی چاہتے تھے کہ عوام کو حد سے نہ بڑھنے دیں اور انکے کام پر کڑی نگرانی رکھیں۔

(۸) ہر ناصح کو اپنا مخالف ہی نہ جاننا چاہیئے بلکہ معترض کے شبہ کی تحقیق کرے اور اگر واقعی ہو تو اعتراف کرے اور پھر اصلاح کی کوشش کرے۔

(۱۳)

(جو طریق اسلم اور انسب سمجھ میں آئے اختیار کیجئے)

(خواہ سکوت و خاموشی ــ یا ــ اخلاص و نرمی کیساتھ کچھ کہدینا)

عرض حال: حضرت والا نے فتحپور (تال نرجا) میں وہاں سے میرے رخصت ہونے کے دن نصیحت کے طور پر چند ارشادات فرمائے تھے منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھا کہ جماعت آئے تو انکی تقریر میں بھی بیٹھ جا۔ انکی دعوت بھی کبھی کردے۔ کوئی ایسی صورت پیش نہ آنے دے کہ وہ تجھے اپنا مخالف سمجھنے لگیں باقی اپنے اکابر کے اصول پر مضبوط رہ۔ الحمد للہ اب تک

اس ارشاد کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔

اب ان حضرات کو دیکھ رہا ہوں کہ بالکل ہی حدود سے باہر ہو رہے ہیں اپنی تقریروں میں بے باکانہ ان علماء اور مشائخ پر طنز طعنے اور حملے شروع کر دیئے ہیں جو ان کے ساتھ باہر نہیں نکلتے۔ ابھی قریب میں یہاں ایک جماعت آئی تھی' ایک مقرر نے کہا کہ " تجربہ کے بعد اکابر نے کہا ہے کہ بڑے سے بڑا شیخ، صاحب نسبت اس کام میں حصہ نہ لے تو اسکی نسبت ختم ہو جاتی ہے ــ دوسرے نے کہا کہ حضرت مولانا ... رحؒ کے ایک خلیفہ کو حضرت مولانا ... رحؒ نے خواب میں آکر حکم کیا کہ ہم کو قبر میں پہونچنے کے بعد جماعت کی عظمت کا احساس ہوا کاش کہ اگر زندگی میں یہ بات معلوم ہوتی تو میں مدرسہ چھوڑ کر اس کام میں لگتا۔ اب تم کو تاکید کرتا ہوں کہ اس کام میں شریک ہو جاؤ۔

اس قسم کی تقریر کھلکر کرتے رہتے ہیں جس سے سخت اذیت ہوتی ہے۔ ایک نئے فتنہ کا بڑا اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت والا اب ان لوگوں کے ساتھ کیسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے میرا تو یہ حال ہے کہ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

گذشتہ ماہ یہاں بڑا اجتماع ہوا جس میں مولانا ..... صاحب نے بھی شرکت کی تھی اور مدرسہ ... کے ایک مولانا ... صاحب بھی آئے تھے، تعجب ہو رہا تھا کہ مولانا صاحب نے مدرسہ کا کام چھوڑ کر شرکت کیوں کی؟ میں نے خلوت میں دریافت کیا کہ حضرت کی یہاں تشریف آوری کی غرض کیا ہے؟ تو جواب دیا " میں نے مولانا الیاس صاحبؒ کا کام بھی قریب رہکر دیکھا ہے بلکہ اس میں عملی طور سے حصہ بھی لیا ہے لیکن آج کی نوعیت ہی کچھ اور ہو گئی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ خیر کی صورت میں شر پھیل رہا ہے۔ یہ لوگ اور علماء سے کٹ رہے ہیں۔ بڑے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جو عالم مدرسہ چھوڑ کر اس میں حصہ لینے لگتا ہے تو پھر اسکے لئے درس و تدریس کیطرف رخ کرنا وبال جان معلوم ہونے لگتا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکا سد باب کیسے ہو' اور کیا کہکر سمجھایا جائے؟" (یہ ساری باتیں مولانا صاحب ہی نے فرمائیں)۔ مولانا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ کسی کی نہیں سنتے۔ اگر کوئی ان کے جلسہ میں آکر

Scanned by CamScanner

ایک آدھ بات کوئی اصلاحی کہہ دے تو دوسرے موقع پر وہ نہ آسکے ایسا طریقہ اور معاملہ کر دیتے ہیں، گو زبان سے اسکی شرکت اور اصلاحی بات پر خوشی کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ میں ہی ایک آدمی مستثنیٰ ہوں کہ چونکہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے ساتھ بھی میں نے کام کیا ہے اور دوسری بھی بعض خصوصیتیں ہیں جنکی وجہ سے میرے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کا موقع نہیں ہے اسلئے میرے کہنے کو برداشت کر لیتے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر مجھے عجیب الجھن اور پریشانی اسکے متعلق ہے۔

اس وقت معلوم ہوا کہ یہ لوگ یہاں آرہے ہیں عوام خالی الذہن کے ذہن میں معلوم نہیں کیا کیا ڈالا جائے یہ نیا علاقہ ہے گو میری ضعیف العمر والدہ اسوقت فریش بھی ہیں یہ بھی ایک قوی مانع موجود تھا اور پھر مدرسہ کا تعلیمی حرج دس بارہ دن کا دوسرا مانع ہوتے ہوئے میں نے سفر اختیار کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب نے بھی اسکو نہایت اہم سمجھکر رخصت دی۔ میں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں مدارس اور علماء و مشائخ سے وابستگی اور عظمت کی جو کچھ اہمیت تھی اسکو اجتماع میں بیان کیا ـــ اور مولانا یوسف صاحب نے بھی کسی موقع پر دوسرے علماء کی طرف سے علماء و مدارس سے کٹنے پر احتجاج سنکر کہا تھا کہ ـــ "خدا وہ دن کبھی نہ دکھائے کہ جس میں جماعت کے کارکنوں کے اندر ذرا بھی علماء و مدارس سے بے اعتنائی پیدا ہونے لگے" ـــ مجمع عام میں میں نے اسکو بھی سنا دیا بس اسی کام کی غرض سے میرا سفر ہوا"۔ انتہی کلامہ۔

حضرت والا! اب آئندہ ان کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا؟ ایسے الجھے ہوئے حالات کے متعلق حضرت والا ہی کے حکمت آمیز ارشادات پر عمل کرنے سے فتنوں سے امن و حفاظت کی امید ہے ورنہ خاموشی اختیار کرنے میں بھی شر پھیلنے کا اندیشہ ہے اور کچھ کہنے میں بھی فتنہ کا اندیشہ ہے۔ گو حضرت والا کی برکت سے یہاں کچھ حکمت آمیز طریقہ سے کہنے میں خاصکر اپنی بستی میں زیادہ فتنہ کا اندیشہ تو بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔

بہر حال حالات میں نے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں، حضرت کے ارشادات سراپا حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور فتنوں کی حکمت عملی سے بیخ کنی ہو جاتی ہے اور

حضرت والا بہت بہت دعا بھی فرمائیں کہ حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ رکھکر اہل ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھالیں۔

(جوابِ باصواب حضرت مصلح الامۃ جو آج بھی منتسبین حضرت والا کیلئے شمع راہ بنائے جانے کے لائق ہے)

آپ نے جو باتیں لکھی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ میں کسی جماعت سے آویزش کو پسند نہیں کرتا مگر جہاں کسی کو از خود چھیڑنا پسند نہیں ہے وہیں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ہمیں بھی کوئی نہ چھیڑے جس کو جو کام پسند ہو اختیار کرے، معاملہ دین و دیانت کا ہے اور ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار ہے مجھ سے تو کوئی اس قسم کی باتیں کرتا نہیں۔ یہاں جو لوگ آتے ہیں وہ منقاد و مطیع ہی نظر آتے ہیں۔ باقی آپ جو حالات کہہ رہے ہیں اسکے متعلق اتنا ہی کہتا ہوں کہ آپ وہاں کے مقتدا ہیں وہاں کے تفصیلی حالات آپ کے سامنے ہیں لہٰذا جو طریق اسلم اور انسب سمجھ میں آئے اختیار کیجئے۔

بعض موقع پر سکوت اور خاموشی مناسب ہوتی ہے اور بعض مواقع پر سکوت سبب غلط فہمی بن جاتا ہے۔ بہر حال اخلاص کے ساتھ نرمی سے حق بات کہہ دینا مفید ہی ہوتا ہے قلوب کا معاملہ حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور حق میں تاثیر برحق ہے، ہاں اگر نفسانیت آجائیگی تو کام بگڑ جائے گا۔ اس وقت اس سے زیادہ کوئی بات ذہن میں نہیں ہے۔ والسلام۔ وصی اللہ عفی عنہ۔

(رجسٹر نقل خطوط ۱۶ ھ۹)

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت مصلح الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب۔ بلاشبہ یہ حضرت والا کے منتسبین کے لئے اس سلسلہ میں حرف آخر ہی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ابتدار خط سے معلوم ہوا تھا کہ حضرت والا نے اسپنے لوگوں کے لئے (اپنا نظام کار جماعت کے کام سے الگ رکھتے ہوئے) اسکی اجازت دے رکھی تھی کہ انکی تقریر وغیرہ میں تو لوگ شرکت کر ہی سکتے ہیں اور

سب دینی کام کرنے والوں کیلئے دعائے خیر کریں، اسکے برخلاف ایسا طریقہ رکھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے جس سے کہ دوسرے لوگ ہم کو اپنا مخالف سمجھیں یا اس سے بڑھکر یہ کہ ہمارا طرزِ عمل ان حضرات کو حضرت اقدس ہی کی جانب سے کسی غلط فہمی میں واقع ہو جانے کا سبب بن جائے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ (یعنی جبکہ حضرت والا خود بھی اپنے متعلقین کے لئے دوسروں کی رعایت کو پسند فرماتے تھے) یہ بھی چاہتے تھے کہ دوسرے لوگ بھی ہماری رعایت کریں یعنی اپنا کام کریں اور علماء و اہل خانقاہ کو چھیڑیں نہیں۔ چنانچہ جب اس قسم کی بعض اطلاعات معتبر ذریعہ سے حضرت اقدس تک پہونچیں کہ ایسے لوگ ایسا ایسا بھی کہنے لگے ہیں تو ظاہر ہے کہ بزرگوں اور اسلاف کے طریق کی نصرت کرنے والوں پر یہ امر کتنا شاق گذرا ہوگا چنانچہ حضرت اقدس نے بھی حالات کی تبدیلی سنکر اپنا جواب بھی تبدیل فرمادیا، چنانچہ آخر میں فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ میں کسی جماعت سے آویزش تو قطعی پسند نہیں کرتا اور آپ کو بھی ابتک سکوت ہی کا حکم کرتا رہا کہ فتنہ کا زمانہ ہے اور البلاء موکل بالمنطق، زبان سے کسی بات کا کہنا کبھی فتنہ کا سبب بن جاتا ہے اسلئے خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہیئے اور اپنے اکابر کے اصول پر مضبوطی سے قائم رہیئے دوسروں کے درپے نہ ہوجیئے اور کسی سے منازعت کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب چونکہ اپنے اکابر میں سے ہیں ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے طریقۂ کار سے نفرت کیا معنی اسکی مخالفت کو بھی پسند نہیں کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ بھی دین کا ایک مفید کام ہے ہوتا رہے۔

باقی آپ کے لکھے ہوئے حالات سے اندازہ ہوا کہ مرور دہور کے سبب اب اس کے طریقہ میں تبدیلی ہونی شروع ہوگئی ہے اور بعض لوگ علماء و مدارس اور صاحب نسبۃ بزرگوں کی شان میں بھی حد سے تجاوز کرنے لگے ہیں اور اپنی بات کو کھلم کھلا اکابر کی جانب منسوب کردیتے ہیں تو ظاہر ہے ان سب باتوں کو خاموشی کے ساتھ کیسے سنا جاسکتا ہے اور اس پر کیسے راضی رہا جاسکتا ہے ع۔ اَاُحِبُّهٗ واحب فیه ملامة کی رو سے یہ کیسے ممکن بھی ہے لہٰذا اب آپ کے لئے وہ پہلا حکم نہیں ہے بلکہ آپ اپنی جگہ مقتدا کی

حیثیت رکھتے ہیں کہ خود عالم وفاضل اور مفتی ہیں) جیسا موقع مناسب ہو کام کیجئے۔ کیونکہ بلاشبہ کبھی تو کسی جگہ خاموشی ہی مناسب ہوا کرتی ہے لیکن کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاموشی سبب غلط فہمی بھی بن جایا کرتی ہے اسلئے اسے دور کرنا ایک عالم کا بفحوائے ؎

دگر بینم کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بنشینم گناہ است

اپنا شرعی فریضہ ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس میں دخل دینے والا میں یا کوئی کون ہوتا ہے باقی اس سلسلہ میں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ حق بات اخلاص اور نرمی کے ساتھ کہہ دینے میں انشاء اللہ نفع ہی نفع ہے۔ البتہ نفسانیت سے بہت دور رہنے کی ضرورت ہے ورنہ اسکے بعد تو پھر فساد اور فتنہ دھرا ہوا ہے۔ اس زمانہ میں اس سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے

سبحان اللہ! حضرت نے کیا عمدہ نصیحت، حل اور اپنا پسندیدہ طریق کار موجودہ اختلافات سے بچتے ہوئے اپنے لوگوں کو تلقین فرمایا جو آب زر سے لکھنے کے لائق اور لائحہ عمل بنانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ونعوذ باللہ من الفتن ما ظہر منہا و ما بطن۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت والا کا ایک مخصوص طریق کار تھا جس پر آپ یکسوئی کے ساتھ تا زیست کاربند رہے، اسکو دیانۃً مفید جانکر اختیار فرمایا اور باوجود اسکے کہ خواہش رکھتے تھے کہ سب مسلمان ایسی ہی زندگی گذاریں لیکن کسی دوسری دینی جماعت اور دوسرے طریقہ پر جو لوگ دین ہی کا کام کرتے ان کے درپے کبھی نہیں ہوئے، اور طریق کار کے سلسلہ میں یہی اسلم رویہ ہے بھی کہ جو طریقہ جس کو راس آئے یعنی اسکو مفید جانے اور وہ اسکو پسند ہو اسکو اختیار کرے اور دوسرے کام کرنے والوں کی تنقیص واہانت قطعی نکرے لیکن چونکہ حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے منصب اصلاح امت بھی عطا فرمایا تھا اسلئے موقع آجانے پر آپ نے باب اصلاح میں کسی فرد یا جماعت کی ذرا پرواہ نہیں کی اور بلاخوفِ لومۃ لائم کسی میں کوئی کوتاہی دیکھی تو اس پر اسکو متنبہ فرمایا، حق بات اور راہ راست

سب کے سامنے پیش فرما دی اب خواہ کوئی اسکو مانے یا نہ مانے ۔ چنانچہ اسی نوع کا ایک معاملہ ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی پیش آیا جس کا واقعہ یہ ہوا کہ :۔
مئو۔ کوپا اور گھوسی سے ہوتی ہوئی ایک جماعت جو چالیس پچاس افراد پر مشتمل تھی ایک دن شام کو فتحپور تال نرجا آئی، بستی کے شمال کی جانب باہری مسجد میں اس نے قیام کیا قبیل مغرب وہ لوگ حضرت اقدسؒ سے ملاقات کیلئے حضرتؒ کے مکان پر حاضر ہوئے ، حضرت اوپر بالاخانہ میں تشریف رکھتے تھے دور سے اتنے لوگوں کو آتا ہوا دیکھکر خدام سے فرمایا کہ یہ کون لوگ آرہے ہیں کسی نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو تبلیغی جماعت کے لوگ معلوم ہو رہے ہیں ۔ بطور ظرافت کے فرمایا کہ پھر یہاں کیوں آرہے ہیں مجھے تبلیغ کرنے آرہے ہیں کیا ؟ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نیچے سے خادم نے آکر اطلاع دی کہ جماعت آئی ہوئی ہے لوگ ملاقات کیلئے حاضر ہونا چاہتے ہیں حضرت والاؒ نے فوراً اوپر بلالیا سب نے سلام و مصافحہ کیا اور تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ مغرب کی اذان ہو گئی فرمایا کہ چلئے اب مسجد اذان ہو رہی ہے سب لوگ اٹھے اور اترکر مسجد چلے گئے حضرت والاؒ بھی آخر میں اترے نماز کے بعد حضرت اقدس حسب معمول مکان پر تشریف لائے اور سنت و نوافل سے فراغت کے بعد اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے اور سب لوگ نماز سے فارغ ہو کر مسجد ہی سے اپنے جائے قیام پر واپس چلے گئے نہ تو ان حضرات نے اپنی تشریف آوری کی غرض حضرت والا سے عرض کی نہ حضرت ہی کو دریافت کرنے کا موقع ملا ۔ (باقی آئندہ)

(ایک مخلص کا سبق آموز خط)

دفتر کو لکھا کہ —— (رسالہ کی تمام جلدیں سابق) آپ کے پاس دستیاب ہو سکتی ہیں یا نہیں ؟ مکتوبات اصلاحی ۔ حالات مصلح الامتؒ ۔ ترغیب الفقراء والملوک ترجمہ سلک السلوک ۔ کتابی شکل میں شایع ہو نگے یا نہیں ؟ تحریر فرما دیں ۔ میرا اپنا پورا حلقہ بریلویت کا عاشق تھا کتابوں کے مطالعہ سے اہل حدیث کی گلی میں چکر کاٹکر اب حضرت شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں پڑاؤ ڈالا ہے ۔ انشاء اللہ یہ پڑاؤ اب آخری ہو گا زندگی پوری بیکار سی لگ رہی تھی اب جینے کا مزہ آرہا ہے ہمارے لئے آپ لوگ مخصوص دعار فرمائیں ۔

فقیر سیّد عبد اللہ

دوسرے دن بعد فجر حضرت والا کو یہ اطلاع ملی کہ رات جماعت نے یہاں گاؤں میں بھی اپنا پروگرام جاری رکھا یعنی بعد مغرب گشت ہوا بعد عشار تقریر ہوئی ، بعد تقریر چلے اور گشت کیلئے نام لکھوانے کا مطالبہ ہوا ۔ حضرت اقدس نے اس کے بعد راقم کو اور مولوی وقار احمد صاحب مرحوم (ابن مولانا عبد الغفار صاحب رئیس گھوسی مرحوم) کو خانقاہ سے طلب فرمایا ۔ ہم دونوں حاضر ہوئے تو حضرت والا اپنے بڑے کمرے میں تسبیح لئے ٹہل رہے تھے ہم دونوں سے فرمایا کہ ہمارا ایک کام کردو گے عرض کیا گیا کہ حضرت ہم لوگ حاضر ہیں جو ارشاد ہوا انشاء اللہ تعمیل ضرور کریں گے ۔ فرمایا کہ تبلیغی جماعت یہاں آئی ہوئی ہے باہری مسجد میں شاید یہ لوگ ٹھیرے ہوئے ہیں میں تو کسی جماعت سے ابتداءً آویزش پسند نہیں کرتا میرا یہ طریقہ بھی نہیں ہے لیکن دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ حد سے بڑھتے جا رہے ہیں اور اب سر چڑھتے جا رہے ہیں اسوقت خاموش نہیں رہنا چاہیئے حق بات کہہ دینی چاہیئے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے ۔ انھیں لوگوں سے کچھ باتیں کرنے کیلئے تم لوگوں کو بلایا ہے جاؤ ان سے کچھ گفتگو کرو —— اسکے بعد اس راقم کا سر اپنے دونوں ہاتھوں سے ہلاکر فرمایا کہ بات کرو گے یا ڈر جاؤ گے آکر کہو گے کہ ہم کچھ بول ہی نہ سکے کیونکہ وہ لوگ بڑی بڑی پگڑی باندھے ہوئے تھے (یہ حضرت والا کا مخصوص طریقہ تھا اور دراصل یہ تصرف ہوتا تھا اور یہ ہمت دلانا ہوا کرتا تھا کہ مجمع دیکھکر بالعموم ہم لوگ صحیح بات بھی ہوتی تو کہہ نہیں سکتے، اپنے ذاتی جبن اور طبعی ضعف کے سبب سے اسلئے حضرت والا اسی کو زائل فرمانا چاہتے تھے) پھر فرمایا اچھا جاؤ بسم اللہ ۔ اور دیکھو جو کچھ کہنا نرمی سے کہنا مناظرہ نہ کرنے لگ جانا ۔ ہم لوگ دعا کرا کے روانہ ہونے لگے تو فرمایا اور دیکھو امیر جماعت کو الگ بلا کر تنہائی میں ان سے گفتگو کرنا مجمع میں کسی سے کچھ نہ کہنا ۔ عرض کیا بہت بہتر یہ کہکر ہم دونوں باہر والی مسجد کی جانب روانہ ہوئے اور راستہ میں باہم گفتگو کرتے رہے کہ کیا گفتگو کیجائے حضرت والا نے صراحت تو درکنار اشارةً بھی نہ فرمایا اب مشکل یہ تھی کہ اگر کوئی سخت بات آنکلتی تو حضرت والا کی ناراضگی کا اندیشہ تھا اور اپنا پتہ کٹنے کا ڈر تھا اور حضرت کے منشار کے مطابق بات نہ کہی گئی تو ڈر تھا کہ پٹائی ہو جائیگی اور بدفہمی کی سند مل جائیگی اسلئے اللہ تعالے سے دعار کرتے کرتے

اور ڈرتے ڈرتے مسجد پہنچے امیر جماعت صاحب کو دریافت کرکے انکو ایک الگ گوشہ میں بیجا کر عرض کیا کہ ہم لوگ خانقاہ شریف سے حاضر ہوئے ہیں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں (میں نے تو یہ چاہا تھا کہ مولوی وقار صاحب گفتگو کرتے لیکن انھوں نے باصرار مجھے ہی مجبور کیا) چنانچہ میں نے عرض کیا کہ :-

"جناب امیر صاحب محترم - آپ سے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں جس بستی میں آپ تبلیغ کے لئے تشریف لائے ہیں اس کے متعلق آپ کو پہلے سے کچھ معلومات تھیں یا نہیں ؟ اسی بات کو صاف صاف دوسرے لفظوں میں یہ سمجھئے کہ یہاں جو بزرگ تشریف رکھتے ہیں اور ہندوستان کی ایک مشہور خانقاہ یہاں ہے ان بزرگ کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں - آپ کو آنے سے پہلے یہاں کی کچھ معلومات تو رہی ہی ہونگی ؟ اس پر انھوں نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم تھا کہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ رہتے ہیں - مجھے چونکہ حضرت اقدس کی عظمت ہی انکے پیش نظر کرانی تھی اور ان کے اس اتنے جواب کو میں نے ناکافی سمجھا اس لئے بغیر کسی تمہید کے ان سے عرض کیا کہ سنئے، حضرت مولانا مدظلہ العالی جو اس بستی میں رہتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ حضرت مولانا تھانوی رح کے ایک خلیفہ ہیں اور بس، بلکہ حضرت والا حضرت حکیم الامۃ کے اجل خلیفہ میں سے ہیں اور آپ کو اللہ تعالے نے اس دور میں ایک ایسے مرتبہ پر فائز فرمایا ہے کہ ہند اور بیرون ہند کے بڑے بڑے علماء آپ کا بیحد ادب و احترام فرماتے ہیں حتیٰ کہ جو آپ کی جماعت کے اکابر علماء ہیں مثلاً مولانا علی میاں صاحب ندوی مدظلہ یا مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہ یہ حضرات بھی حد درجہ تأدب اور عظمت کا معاملہ حضرت کے ساتھ رکھتے ہیں یہاں تشریف لانا ہوتا ہے تو کیسی تبلیغ اور کہاں کا وعظ کہنا کوشش صرف اس امر کی رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حضرت اقدس کی خدمت میں گذرے اور حضرت کے اصلاحی ارشادات سنتے رہیں اور ان سے مستفید ہوتے رہیں - حضرت کی مجلس میں شرکت فرماتے ہیں تو بلا مبالغہ کانھم علیٰ رؤوسہم الطیر کا منظر آنکھوں کو دکھا دیتے ہیں ان اکابر کو یہ کہتے سنا کہ یہ جگہیں تو مستقل طور پر سفر کرکے آنے کی ہیں - ایک بات تو یہ پیش نظر رکھیئے

جو حضرت اقدس کے تعارف کے سلسلہ کی ہوئی،

دوسری بات یہ کہ جہاں تک میرے علم میں ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کا اصول بھی تھا کہ جماعتوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ اگر کسی ایسی بستی میں تمھارا جانا ہو جہاں کوئی کوئی بڑا عالم یا شیخ موجود ہو تو وہاں جماعت کا کام صرف یہ ہوگا کہ ان حضرات کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوں انکی صحبتوں سے مستفید ہوں وہاں اپنا نظام کار نہ جاری کیا جائے اگر میری یہ معلومات صحیح ہیں تو ایک طرف آپ ہی کی جماعت کے اساطین کا تو ایک جگہ کے متعلق ایسا ادب اور دوسری جانب آپ حضرات کا اسکے خلاف نیز مولانا الیاس صاحبؒ کی ہدایت کے خلاف ایسا اقدام کیوں وجود میں آیا یہ غلط فہمی کہاں سے ہوئی اسکو معلوم کرنا چاہتا ہوں ؟ باقی اسکا جواب یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ یہ فرمادیں کہ ہمکو حضرت والا کی اتنی معرفت نہ تھی جواب ہوئی ہے - اسی لئے میں نے دریافت کیا تھا کہ جہاں آپ تشریف لائے ہیں اسکی بابت کچھ معلومات بھی آپکو تھی یا نہیں - آپ نے آنے سے قبل یہاں کے متعلق معلومات ضرور فراہم کرلی ہونگی اور جب آپ جانتے تھے تو اکرام عام مسلم جس جماعت کا اصول ہو اس سے عدم احترام اور کسر شان مشائخ کیونکر وجود میں آیا اس پر تعجب ہے -

پھر ایک بات اور سمجھئے کہ آپ مئو - کوپا گنج اور گھوسی وغیرہ سے ہوتے ہوئے آرہے ہیں ان میں سے بالخصوص کوپا گنج کو کہتا ہوں کہ آپ نے وہاں مساجد کو نمازیوں سے بالعموم بھری ہوئی پایا ہوگا اور عام طور پر لوگوں کے چہروں پر داڑھیاں آپ کو نظر آئی ہونگی جس سے آپ نے فی الجملہ اس بستی میں دینداری کا اندازہ لگا لیا ہوگا تو سن لیجئے کہ یہ سب انھیں بزرگ کی سعی و کوشش اور وعظ و تبلیغ کا نتیجہ ہے - تن تنہا اس دیار میں حضرت اقدس نے اپنی تمام عمر صرف کردی ہے تب یہ نقشہ یہاں کا نظر آرہا ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا - چنانچہ اس گاؤں میں بھی نمازی آپنے بکثرت دیکھے ہونگے اور چہروں پر داڑھیاں بھی دیکھی ہونگی اور الحمدللہ کہ بہت سی لوگ اس بستی میں ذاکر و شاغل، شب خیز اور انشاء اللہ تعالیٰ صاحب نسبت ہوں گے، یہ سب حضرت شیخ ہی کی تعلیمات کا

صدقہ ہے —— تو آپ سے یہ کہنا تھا کہ جب یہاں ایک دینی انقلاب آچکا تھا یا آرہا تھا تو یہاں تبلیغ کی ضرورت تھی یا جہاں لوگ دین سے بالکل نابلد اور کورے ہیں وہاں جانے کی زیادہ ضرورت تھی؟ پس آپ کا یہاں کا سفر اور یہ کام کس نوع کا ہوا کہ سارا کام تو حضرت نے کیا انکی اصلاح میں دن رات ایک کردیا اور آخر میں خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونے کیلئے حضرت کی موجودگی ہی میں آپ آگئے آپکو یہاں آنے سے قبل اسکو معلوم کرلینے کی ضرورت تھی یا نہیں؟

نیز ایک بات اور سنیئے وہ یہ کہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت والا کا طریقہ کار جو یہاں ابتک رائج رہا آپ کے طریقہ کار سے مختلف ضرور ہے اب ایسے دیار میں جہاں لوگ ایک طریقہ کار میں لگے ہوئے ہوں آپ دین کا کام کرنے کا ایک دوسرا طریقہ رائج کریں گے تو ہوسکتا ہے کچھ لوگ اسکے موافق ہوجائیں اور کچھ لوگ حضرت ہی کے طریقہ کو سراہیں اور اس سے اختلاف کریں تو مسلمانوں کی ایک بستی میں جہاں ایک شیخ وقت موجود ہو اور دین کا کام بھی ماشاءاللہ شاندار طریقہ سے کر رہا ہو اور مقامی وغیر مقامی لوگوں کو اس سے نفع بھی ہو رہا ہو جیسا کہ آپ کی جماعت کے اکابر بھی اسکے شاہد ہیں تو وہاں آپ کے اس فعل کی وجہ سے باہم اتفاق و اتحاد کا قیام ہوگا یا باہم اختلاف واقع ہوجانے کا اندیشہ ہے؟ پس یہ آپ کا کام کس درجہ کا ہوا؟ کیا حضرت مولانا یہاں بیکار بیٹھے ہوئے ہیں یا انکو بھی آپ دنیادار پیروں کی طرح تصور فرماتے ہیں اور اس خانقاہ کو بھی معاذ اللہ عشرت گاہ خیال فرماتے ہیں یا اپنے کو ان سے زیادہ مخلص، اللہ والا اور دین کی اشاعت کا زیادہ جذبہ رکھنے والا سمجھتے ہیں اگر سمجھتے ہوں تو آپ جانیں۔ اور اگر نہیں تو پھر یہاں آپ لوگوں کو اس طرح سے تشریف لانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

بہر حال حاصل اس تمام گفتگو کا یہ ہے کہ یہاں حضرت اقدس جیسی عظیم الشان ہستی جسے مصلح الامۃ کہا جاتا ہے موجود ہے یہاں آپ حضرات کا اس طرح سے آنا کسی طرح مناسب کام نہیں ہوا۔ اور جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہاں آکر اسطرح سے اپنے نظام کا اجراء حضرت والا کے مقام سے ناواقفیت بلکہ عجب نہیں کہ سبب کسر شان علماء اور باعث تکدر مزاج والا ہو۔

اللہ تعالیٰ کو بھی کچھ پسند نہ ہوا ہو کہ حق تعالیٰ کو اپنے ولی کی پاس خاطر حد درجہ منظور ہوتی ہے یہ اپنی جانب سے بطور نصح کے ایک گذارش تھی جو میں نے عرض کردی ہے اسپر آپ خود بھی غور فرمالیں اور پھر جو مناسب سمجھیں اسکی تلافی کریں۔ بس مجھے آپ سے یہی عرض کرنا تھا میری جرأت اور گستاخی کو معاف فرمائیے گا اور میری اصلاح کے لئے بھی دعا فرمائیے گا۔ بس اب اجازت چاہتا ہوں۔ السلام علیکم

یہ کہکر ہم دونوں وہاں سے چلنے لگے تو میں نے دیکھا کہ میری اس گذارش کا اثر یہ ہوا کہ امیر جماعت آبدیدہ ہوگئے اور کہا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیئے؟ میں نے کہا کہ اب اسکو تو آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں اپنے احباب سے بھی جی چاہے تو مشورہ کرلیجئے —— ہمیں تو اجازت ہی دیجئے۔ دیر ہوگئی ہے حضرت والا بھی منتظر ہونگے۔

اسکے بعد ہم دونوں وہاں سے اٹھکر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت ہاتھ میں تسبیح لئے اسی طرح سے بڑے کمرے میں غالباً ٹہلتے ہی رہے ہم کو لیکر اوپر والے کمرہ میں تشریف لے گئے اور ہنسکر فرمایا کہو مولوی جامی کچھ کہدیا کہ ڈر گئے تھے میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت ڈرا نہیں حضرت کی دعا کی برکت سے اچھی طرح بات کہدی حتیٰ کہ امیر جماعت صاحب پر اسکا اثر بھی ہوا اور وہ بیچارے رونے لگے۔ فرمایا کہ اچھا اسکے بعد میں جلدی جلدی بطور خلاصہ کچھ ہی گفتگو نقل کرسکا تھا کہ اطلاع آئی کہ جماعت کے لوگ آئے ہوئے ہیں ملنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت والا بڑے کمرے میں مسند پر رونق افروز ہوگئے اور فرمایا کہ سب کو بلا لیجئے۔ اجازت چاہنے کے بعد زینے کے اوپر آتے ہی امیر جماعت صاحب بڑی زور سے روئے جس سے حضرت بھی متاثر ہوگئے۔ رونے میں صدق تھا اور اعتراف خطا کی جھلک تھی اور یہی خانقاہ کا وہ تحفہ ہے جو مقدر والوں ہی کو ملا کرتا ہے۔ ع۔ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ بس آپ لوگ اپنی زبان سے کچھ نہ فرمائیے مجھے اس سے تکلیف ہوگی۔ آئیے تشریف رکھیئے۔ جب لوگ آگئے اور امیر جماعت سسکتے سسکتے خاموش ہوگئے تو حضرت نے بڑی شفقت کے ساتھ ان سے گفتگو فرمائی۔ تبلیغ کی عظمت اور یہ کہ

Scanned by CamScanner

یہ مخصوص کام حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے پھر یہ کہ اسکے کچھ آداب و شرائط ہیں، ان پر عمل کرنے والوں کا اجر اور کوتاہی کرنے والوں پر زجر پر گفتگو فرمائی۔ اور یہ فرمایا کہ تبلیغ کے بہت سے شعبے ہیں تعلیم و تعلم بھی اسی کا شعبہ ہے، اصلاح و تربیت بھی اسی کا شعبہ ہے۔ اور پھر آخر میں ارشاد فرمایا کہ جس شعبے میں بھی آدمی کام کرے سب کے لئے اسکی بڑی شرط اخلاص ہے۔ اس پر اُن لوگوں نے اپنے لئے حصول اخلاص کی دعاء چاہی چنانچہ حضرت نے دعاء فرمائی اور اسی پر مجلس ختم ہو گئی۔ یہ منظر دیکھکر راقم کو بیساختہ یہ شعر یاد آیا کہ ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

واقعی یہ سب سے مشکل کام ہے آج کسی پر اعتراض کر دینا بھی آسان ہے اور تنقید بھی سہل لیکن گرتے ہوؤں کو سنبھالنا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کے ذریعہ ہماری امداد فرمائے جو ہم سب کے لئے رشد و ہدایت کا منارہ بنیں اور ہم کو انکی معرفت نصیب فرمائے تاکہ انکی اتباع اور انقیاد میں اللہ تعالیٰ کا راستہ بسہولت ہم سے طے ہو جائے۔ آمین۔

تبلیغ اور تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مصلح الامۃؒ کا جو نظریہ تھا امید ہے کہ وہ ناظرین کے سامنے پوری تفصیل کے ساتھ آگیا ہوگا ان سطور کے بیان سے یہی مقصود بھی تھا کہ حضرت والا کا طریقہ واضح کر دیا جائے تاکہ کسی کا ناقص علم اسکے لئے سبب اشتباہ نہ بن سکے۔ چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت اقدسؒ کا طریقہ الحمد للہ نہایت ہی معتدل تھا اور افراط و تفریط سے خالی۔ مسئلہ چونکہ نازک تھا اس لئے حضرت والاؒ نے عوام کے سامنے کبھی اس بحث کو چھیڑا ہی نہیں بلکہ خواص میں سے بھی اگر کسی نے اظہار حال کے طور پر اپنے لئے اختلاط ناس کا ضرر اور دوسروں کو وعظ و تبلیغ کرنے سے اپنے باطن کے نقصان کو لکھا بھی تو حضرت اقدسؒ نے عام لوگوں کی قلت فہم اور فتن زمانہ سے اجتناب کرتے ہوئے اسکو ان اشیاء سے خود تو منع نہیں فرمایا لیکن اگر کسی نے خود ہی اپنی ذمہ داری پر ان چیزوں کو اپنے سلوک و تسلیک میں قادح

سمجھکر ترک کر دیا ہے تو اس پر خوش بھی ہوئے ہیں اور اسکے عمل کی تصویب فرمائی ہے بے محل نہ ہوگا اگر اس موقع پر ایک مسترشد کا خط اور حضرت والا کا جواب پیش کر دوں۔ جو انشاء اللہ بہت سے حضرات کے لئے موجب ازدیاد فہم و بصیرت ہوگا۔

حضرت مصلح الامۃ کے خدام میں سے ایک بزرگ تھے صوفی عبدالرب صاحب مرحوم (جو اس راقم کے بھی خاص عزیزوں میں ہوتے تھے) اس میں شک نہیں کہ بڑی ہی خوبیوں کے مالک تھے اور نہایت ہی پُرگو شاعر بھی تھے۔ تبلیغی جماعت سے بھی انھیں خاصا تعلق تھا چنانچہ جماعت کے کام سے خوش اور اسکی محبت سے سرشار ہو کر نہایت ہی جوش اور مسرت کے عالم میں ایک طویل نظم "تحریک ایمان" کے عنوان سے لکھی جسے عزیزم مولوی محمد یونس صاحب سلمہٗ نے کلام صوفیؒ کے مجموعہ میں طبع بھی کرا دیا ہے۔ اس نظم پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ کا ایک مختصر سا تعارف اور پیش لفظ بھی شایع ہوا ہے اس میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ

"آخر میں میرے لئے اس واقعہ کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام کے بارے میں صوفی صاحب کا یہی حال اور جذبہ جو اس نظم میں نظر آتا ہے کئی سال تک رہا بعد میں بعض جماعتوں کا یہ حال دیکھکر (اور اس سے زیادہ دوسروں سے سنکر) کہ ان میں اصول کی پابندی اور حدود کی رعایت کی بہت کمی ہے انکی انتہائی حساس طبیعت متاثر ہو گئی تھی اور ذہن و فکر میں تو کوئی کمی نہیں آئی تھی لیکن جذبہ سرد پڑ گیا تھا" (ماخوذ از کلام صوفی)

حضرت مولانا نعمانی مدظلہ نے اس موقع پر جناب صوفی صاحبؒ کے اس تبدیلی حال کا ذکر کیوں ضروری جانا؟ یقینی طور پر تو اسکے سمجھنے سے میں اپنی کم فہمی اور کم استعدادی کیوجہ سے قاصر رہا تاہم ہو سکتا ہے کہ منشاء اسکا یہ بھی ہو کہ ارباب تبلیغ کو یہ تنبیہ فرمانی منظور ہو کہ وہ جہاں صوفی صاحب کی اس نظم سے اپنے لئے جذبۂ عمل اور جوش کار کا استنباط فرمائیں وہیں یہ بھی سمجھ لیں کہ اہل جماعت کے بعض لوگوں کی بے اصولیوں اور حد سے تجاوز کرنے

Scanned by CamScanner

کیونکہ یہی لوگ بہت سے مخلصین کو دوسرے نوع کا تاثر دے جاتے ہیں، چنانچہ صوفی صاحب جیسا مخلص، پرجوش اور جذبۂ عمل سے بھرے ہوئے انسان پر بھی اس جماعت کے اس رویہ کا یہ اثر ہوا کہ اگرچہ انکا ذہن وفکر ہنوز محفوظ رہا تاہم جذبۂ عمل تو سرد پڑ ہی گیا، پھر ایک جگہ جب ایسا ہوا تو دوسری تیسری جگہ بھی ممکن ہے اور آج اگرچہ صرف جذبۂ عمل ہی کسی کا سرد پڑا ہے اور خدانخواستہ جماعت کا طور یہی رہا یا بڑھا تو کل کو کسی کا ذہن وفکر بھی بدل سکتا ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ میں اسکا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ایک وقت میں ایک عالم کی رائے اور فکر ایک جماعت کا پورا تعاون کرنے کے باوجود دوسرے وقت میں اسکی جانب سے بالکل بدل جاتی ہے اور اسکو اسکی دیانت اور جذبۂ حق پسندی سے دنیا تعبیر کرتی ہے۔ جماعت تبلیغ کو بھی خصوصی توجہ دینی چاہیئے ورنہ تو ان مضر اثرات کے وہی لوگ ذمہ دار ہونگے یا پھر علم وقدرتِ اصلاح کے بعد عدم اصلاح پر ارباب حل وعقد پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے

بہرحال مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں میں اصول کی پابندی اور اور رعایت حدود کی کمی کا یہ نقص خود جناب صوفی صاحب کا اپنا مشاہدہ تھا۔ اور ہمارے حضرت صوفی صاحب تبلیغ حاضرہ سے کافی شغف بھی رکھتے تھے اور نہایت ہی سوجھ بوجھ کے آدمی تھے اس لئے ان کا یہ خیال معاذ اللہ کسی تخریب پر محمول نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ کہ ایسا بعض بتدیوں اور جاہلوں کیجانب سے ہوگیا ہوگا۔ اس لئے کہ جناب صوفی صاحب کچھ ایسے خام بھی نہ تھے کہ اپنے سالہا سال کے حاصل شدہ جذبہ کو چند جاہلوں کے غیر ذمہ دارانہ عمل کیوجہ سے تج دیتے اور اسکو سرد پڑ جانے کا موقع دیتے

رہا صوفی صاحب کے تغیر جذبات تو مولانا نعمانی مدظلہ نے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہی صحیح ہے آخری عمر میں جناب صوفی صاحب کا جوش وخروش کافی سرد پڑ چکا تھا جسکی ایک وجہ تو مولانا نعمانی مدظلہ نے بیان فرمائی باقی ہمارے علم میں اسکی ایک دوسری وجہ بھی آئی ہے اسوقت ناظرین کیخدمت میں اسکو پیش کرنا مقصود ہے اور اسکے ضمن میں حضرت مصلح الامۃؒ کی احتیاط، حضرت کا حزم اور یہ کہ زمانہ کے فتنہ سے کسقدر احتراز اور اجتناب آپکے پیش نظر رہتا تھا اسکا بھی اندازہ ناظرین کو حضرت والاؒ کے جواب سے بخوبی ہوجائے گا۔

(صوفی عبدالرب صاحب کا خط حضرت مصلح الامۃؒ کے نام)

عرض حال: اب آگے اپنا ایک خاص حال عرض کرتا ہوں۔ میں اس حقیقت کو ایک عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں اگرچہ ملازمت اور تبادلوں کے ہنگاموں میں عرض کرنیکا موقع نہیں ملا وہ یہ کہ عمر گذر گئی بڑھاپا آگیا اب موت ہی کی باری ہے اور اگرچہ عمر بزرگوں کی جوتیوں میں گذری لیکن اب تک میری اصلاح نہیں ہوئی ہے جسکا ایک خاص سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ میں دوسروں کی اصلاح کے چکر میں اپنی اصلاح سے غافل رہا، دوسروں کی اصلاح بظاہر عملِ خیر نظر آتا رہا اور میں مغالطہ ہی میں مارا گیا۔ جہاں گیا اور جہاں رہا لوگوں نے (میرے ساتھ) وہ معاملہ کیا جو چھوٹے اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں. اور اگرچہ ہمیشہ میرا دل متنبہ بھی ہوتا رہا پھر بھی میں مغالطہ کا شکار ہوتا گیا۔ جہاں گیا وہاں کی بددینی کو دیکھکر خدمت اسلام کے خوشنما عنوان سے تبلیغ دیگراں میں مشغول رہا کیا اور اپنی نمازوں اور ذکر واذکار کو اپنے حق میں کافی سمجھ لیا (راقم عرض کرتا ہے یہی وہ مغالطہ ہے جو اس قسم کے لوگوں کو ہوجاتا ہے جسکا سمجھنا بھی مشکل اور سمجھانا اس سے زیادہ مشکل۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کشود کار فرمادیں تو آسان ہوسکتا ہے ورنہ مزلۃ الاقدام ہی ہے)

مثلاً اب کروی ضلع باندہ میں ہوں تو اناؤ سے کروی جاتے ہوئے (اناؤ میں حضرت صوفی صاحب رہا کرتے تھے ملازمت کروی میں تھی) اور کروی سے اناؤ آتے ہوئے ہر بار ایک رات باندے میں گذارتا ہوں اور وہاں وعظ کہتا ہوں۔ موضع ہتورہ کے مولوی حافظ محمد صدیق احمد صاحب بھی مجھکو کروی سے اپنے مدرسہ ہتورہ لے گئے اور دو وعظ کہلوائے ان مواعظ سے دوسروں کا فائدہ دیکھکر مجھے اپنے لئے اس مشغولیت کو خیر محض سمجھنے کا مغالطہ ہوتا رہا (راقم عرض کرتا ہے کہ صوفی صاحب نے بھی اپنے مافی الضمیر کو خوب ہی ادا کیا اور خوب ہی چور پکڑا۔ دیکھئے دوسروں کا دینی فائدہ ہو رہا ہے اور اسکو خیر محض کا مغالطہ فرما رہے ہیں۔ اسی گھاٹی میں آج نجانے کتنے لوگ مبتلا ہیں جو کہ خود ہی کسی کی سمجھ میں آجائے تو آجائے باقی کوئی دوسرا وہ بھی اس زمانہ میں کسی کو سمجھا نہیں سکتا۔ مشائخ

Scanned by CamScanner

نے بھی بالآخر عاجز ہوکر خاموشی ہی اختیار فرمالی ۔ آگے سنئے صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ

اگرچہ ہمیشہ دل کو نفس کی چوری کا احساس بھی ہوتا رہا وہی احساس اب موت کا زمانہ قریب ہونے کے سبب اتنا قوی ہوگیا ہے کہ دل کی بات زبان پر آگئی ۔ اب میں اپنا کچا چٹھا پیش کرکے حضرت اقدس سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں اور میرے حق میں احکام صادر فرمائیں جنکی تعمیل اب انشاءاللہ ضرور کرونگا تاکہ مرتے دم تک تو بقدر ضرورت اتنی اصلاح ہوجائے کہ نجات ہوسکے (راقم عرض کرتا ہے کہ اہل تبلیغ سے سنا کہ اسفار تبلیغ بعینہٖ ذریعہ اصلاح نفس ہے معلوم نہیں صوفی صاحب کو اسکا علم کیوں نہ ہوسکا ورنہ وہ اسقدر پریشان نظر نہ آتے اور تبلیغ کے مکتب سے اصلاح کا مکتب جدا نہ تلاش کرتے انکے بیان سے تو ایسا ظاہر ہورہا ہے کہ دوائے دل کی جستجو ہے اور محض وعظ و تبلیغ سے یہ گوشہ پر نہیں ہورہا ہے ۔ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ)

میرے دل میں یہ آتا ہے کہ اب وعظ کہنا بالکل ترک کردوں اور اپنی نگرانی کرلوں اور جو کچھ حضرت ارشاد فرمائیں اس پر عمل کروں ۔ میرے دل میں جو ترک وعظ اور اختیار عزلت کی بات آگئی ہے اگر حضرت اقدس مدظلہ اسکو میرے حق میں صحیح ارشاد فرمائیں تو میں فوراً اس راہ کو اختیار کرلوں گا ۔ اب پنشن میں ایک سال رہ گیا ہے اور اب ہر طرف سے غیر متعلق ہوکر اپنی اصلاح ہی میں لگ جاؤں ۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ حضرت اقدس کو ایسا طول حیات ارزانی فرمائیں کہ مجھ جیسے پیر نابالغ کی تربیت و اصلاح بھی فرمالیں اور میں حضرت والا ہی کے سامنے اس دنیا سے عافیت سے گذر جاؤں اور خدا کرے ایسا نہو کہ میں حضرت کے بغیر بھٹکنے کے لئے تنہا رہ جاؤں ۔ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ نے مجھے تکمیل سلوک کی بشارت لکھی تھی کاش کہ میں نے اسکو حضرت اقدس مدظلہ کے زیر سایہ رہ کر ترقی دی ہوتی لیکن افسوس کہ میں نے اس دولت کو اپنی غفلتوں پر بھینٹ چڑھا دیا اور دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت میں اس متاع بے بہا کی گٹھری کو ضائع کردیا جو تھانہ بھون اور محی الدین پور (الہ آباد میں ایک موضع ہے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ کا وطن شریف یہی تھا) سے مجھکو

بقدر ظرف کے ملی تھی اب میں اپنے ایام بربادرفتہ پر اظہار افسوس کرتا ہوں اور از سرنو اپنی ارادت کو حضرت مدظلہ کے ساتھ مستحکم کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ حضرت اقدس میری تربیت اور اصلاح کو از سرنو شروع فرمادیں ۔ انتہیٰ ۔

(ملاحظہ فرمایا آپ نے صوفی صاحب کا یہ خط، دیکھئے اسکا ایک ایک لفظ کس قدر اخلاص اور طلب میں ڈوبا ہوا ہے اور سارے دینی مشاغل کرنے کے باوجود جیسے ہر شے میں کسی شے کی کمی پاتا ہوں میں کا منظر دکھلا رہے ہیں ۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طلب اور لقائے رب کا شوق ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دولت سے کچھ حصہ نصیب فرمائے ۔ آپ نے دیکھا کہ کیسا کیسا اپنے مرض اور اسباب نقصان کی نشاندھی فرمائی ہے اور شیخ سے اجازت چاہ رہے ہیں کہ فرمائیے تو وعظ وغیرہ بالکل ترک کردوں لیکن حضرت اقدسؒ بھی واقعی مصلح تھے حالات کی نزاکت کو سمجھتے تھے اس لئے باوجود انکے لئے مفید ہونے کے خود اپنی زبان سے ترک کرنے کو نہیں فرمایا بلکہ خط کا حکیمانہ جواب یہ مرحمت فرمایا ۔

ارشاد مرشد ! جزاکم اللہ تعالیٰ، بہت خوشی کی بات ہے ۔ اب ایک بات عرض کرتا ہوں، اگر کوئی شخص آپ کے پاس یہی خط لکھتا (جو آپ نے مجھے لکھا ہے) جو اس کا جواب آپ دیتے وہی اپنے خط کا جواب لکھکر مجھے مرحمت فرمائیے ۔

(جناب صوفی صاحب مرحوم کا دوسرا خط حضرت مصلح الامۃؒ کے نام)

عرض حال : میرا عریضہ حضرت کے ارشاد گرامی سے مشرف ہوکر ملا ۔ حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جزاکم اللہ تعالیٰ الیٰ قولہ جواب لکھکر مجھے مرحمت فرمائیے ـــــ حضرت کے اس ارشاد کی تعمیل میں اپنی سمجھ کے بقدر جواب بغرض ملاحظہ لکھتا ہوں ۔ میں یہ لکھتا کہ :۔

" اپنی اصلاح مقدم ہے ۔ معمولات کی پابندی اور رذائل کی اصلاح میں لگ جانا ضروری ہے پھر اگر مربی خود ہی وعظ گوئی کا کام سپرد کرے تو تعمیل کرنی چاہیئے ورنہ جو مربی کا

امر ہو اسکی تعمیل کرنا چاہیئے اور اپنے کو بالکل فنا کرکے مردہ بدست زندہ کرکے اپنے معلم و مرشد و شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدینا چاہیئے

میری سمجھ میں یہی بات آتی ہے لہٰذا یہی حاضر کرتا ہوں اور پھر درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے کوئی لائحۂ عمل تجویز فرمائیے اور ارشادات سے ہدایت فرمائیے۔ اللہ تعالےٰ سایۂ اقدس کو تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

(حضرت مصلح الامۃؒ کا جواب)

اگر طالب یہ کہے کہ وعظ گوئی سے مجھکو ضرر پہونچا ہے اور اسی سے میری اصلاح نہیں ہوتی ہے آپ اسکا کیا جواب دیں گے؟ اور اب بھی شیخ ہی پر (عدم اصلاح کا) بار رکھیگا یا اس پر۔

(حضرت صوفی صاحبؒ کا تیسرا خط حضرت مصلح الامۃؒ کے نام)

عرض حال: میرے عریضہ پر ارشاد گرامی موجب بصیرت ہوا کہ اگر طالب یہ کہے کہ وعظ گوئی سے مجھے ضرر پہنچا ہے الخ۔ گذارش ہے کہ میں طالب کو یہ جواب دیتا کہ —— جب اے احمق تجھکو خود ہی معلوم ہے کہ تجھکو وعظ گوئی سے نقصان پہنچا ہے اور اسی سے تیری اصلاح نہیں ہوئی ہے تو پھر اس ضرر رساں کام میں کیوں مبتلا ہے۔

تحقیق: الحمدللہ بہت صحیح جواب ہے۔

حال: اسکو ترک کرکے اپنی اصلاح کا راستہ کیوں ہموار نہیں کرتا؟

تحقیق: ماشاء اللہ تعالیٰ

حال: اور خواہ مخواہ شیخ پر کیوں بار رکھتا ہے (کہ باوجود تعلق کے میری اصلاح نہیں ہوئی

تحقیق: بیشک

حال: ایسی صورت میں جبکہ طالب کو خود اپنی ضرر رساں حرکت کا علم ہو تو پھر ہرگز اسکا بار شیخ مدظلہ پر نہیں ہے کہ ایسی ظاہر و باہر علت کو طالب خود تو ترک نہ کرے بلکہ شیخ کے

پیچھے پڑے کہ شیخ نبض دیکھے بیماری تشخیص کرے اور بیمار مرید کو نسخہ بتائے بلکہ طالب کا کام یہ ہے کہ جب نبض، بیماری، نسخہ سب عیاں ہے تو عیاں را چہ بیاں؟

تحقیق: بیشک

حال: مضر راستے کو ترک کردے۔ تحقیق: بیشک

حال: اس لئے میں حضرت اقدس کو اطلاع کرتا ہوں کہ میں نے آج سے وعظ گوئی ترک کردی۔ تحقیق: جزاک اللہ

حال: اور خاموشی اور گوشۂ عزلت اختیار کرلیا۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: اور اپنی اصلاح کا ارادہ کرلیا۔

تحقیق: بارک اللہ

حال: اب حضرت والا سے دعاء کا طالب ہوں۔

تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: اور جس ہدایت کی حضرت والا ضرورت مزید سمجھیں اسکا ملتجی اور منتظر ہوں۔

تحقیق: بتاتا رہوں گا۔

(ملاحظہ فرمایا آپ نے جناب صوفی صاحب کا خط۔ مخلص آدمی تھے اس لئے اپنا کچا چٹھا لکھکر شیخ کی خدمت میں پیش کردیا جس میں اپنے وعظ و تبلیغ پر نظر اور اسکا نقصان وضرر جناب صوفی کے قلب و جگر میں کچھ اس طرح سے سمایا کہ دیکھئے دوسروں کے نفع کے باوجود اپنا جو زیاں ہوگیا اس پر کیسا کیسا افسوس کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ احساس بھی سبب بنا اب سے سب کام چھوڑ چھاڑ کر قلب کی جانب توجہ کرنے کا اور اختلاط سے عزلت کی جانب ہجرت کا —— اسی کو راقم نے عرض کیا تھا کہ ہماری روداد میں اس جذبہ کے سرد پڑ جانے کا ایک اور سبب بھی تھا۔

نیز حضرت مصلح الامۃؒ کے جواب میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اپنی زبان سے اس کام کو منع نہیں فرمایا جو کہ ان کے لئے موجودہ حالات میں ضروری اور مفید تھا اور جس کے بروئے کار لانے پر خود حضرت اقدسؒ بھی مسرور ہوئے لیکن چونکہ حضرت والا حالات کی

نزاکتوں کو سمجھتے تھے اسلئے مواضع تہم سے بھی اجتناب فرمایا۔ حضرت کے متوسلین کے لئے خط اور اسکے جواب دونوں میں تعلیم موجود ہے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر آگیا ہے تو جی چاہتا ہے کہ انکا ایک اور عریضہ بھی نذر ناظرین کر دوں جس میں محبت شیخ اور "اندریں رہ می تراش و می خراش" کا کیسا نقشہ ہم نا اہلوں کو دکھایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

حال: میرا حال زار یہ ہے کہ قبر کی منزل قریب سے قریب تر ہے بدن کے ساتھ ایمان و عمل بھی کمزور ہے لیکن آپ کی اور آپ کے اکابر کی محبت و عقیدت و پیروی کی نسبت کے سبب اللہ تعالیٰ کے فضل کی نہ صرف قوی امید بلکہ پختہ یقین ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: کہ اللہ تعالیٰ ہر منزل آسان کریں گے اور اپنے بندے کو کہیں گرنے نہ دیں گے

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ۔

حال: اور آپ سب مخادیم کرام اور مشائخ عظام کی معیت ضرور نصیب فرمائیں گے۔

تحقیق: آمین۔

حال: معمولات میں کچھ آنسو ہیں، کچھ آہیں ہیں اور کچھ حسرت و شوق کا ایک انبار ہے۔

تحقیق: خوب آمیزش ہے۔

حال: لیکن یاس و حرماں کا نام و نشان نہیں ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: جب تک مشاغل میں مصروف رہتا ہوں درمیان میں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرتا رہتا ہوں اور جب فارغ ہوتا ہوں تو دل اور زبان سے آپ کے اور اپنے اللہ پاک کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ اور معمولات میں لگا رہتا ہوں اور موت کا استحضار رکھتا ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ

حال: کبھی روتا ہوں اور کبھی ذوق و شوق سے انکی اور آپ سب کی محبت کے نغمے گاتا رہتا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: دنیا میں نہ کوئی میرا دوست ہے نہ دشمن ہے، اللہ اور اللہ والوں ہی سے رشتۂ دل سے قائم ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔ (سبحان اللہ کیا عمدہ حال ہے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے)

حضرت مصلح الامۃؒ کے حالات کے سلسلہ میں اپنا طریق اصلاح جو ساری عمر حضرتؒ کا معمول بہ رہا اس پر گفتگو چل رہی تھی اور اسکی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ بہت سے لوگ اپنے لئے اسی میں فلاح محسوس کرتے ہیں کہ اپنے لئے کسی مسلم بزرگ اور متبع سنت پیشوا کے طریق کو اختیار کریں جو کہ انکا اپنا آزمودہ اور پسندیدہ طریقہ رہا ہو۔ چنانچہ متعدد طرق کار میں سے کسی ایک طریقے کے اختیار کرنے میں اپنے کسی بزرگ کی پیروی کر لینا شرعاً کچھ مذموم بھی نہیں ہے آپنے سنا ہوگا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور وہاں کسی نماز کا وقت آگیا تو اپنی نماز میں آمین آپ نے آہستہ سے کہا بعد میں کسی کے دریافت کرنے پر اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ جو بزرگ اس قبر میں آرام فرما رہے ہیں انکا طریقہ آہستہ ہی آمین کہنے کا تھا میں نے ان کے ادب کی وجہ سے ایسا کیا چنانچہ اسکو علماء نے حضرت امام شافعیؒ کا غایت تأدب شمار کیا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ سنیئے:-

قیام فتحپور کے زمانہ میں ایک دن حضرت والاؒ اپنے لب کا قصر فرما رہے تھے مئو کے ایک عالم صاحب بھی تشریف فرما تھے، حضرت والا کو کچھ خیال گذرا ہوگا، اچانک فرمایا مولوی صاحب! اپنے شیخ کا طریقہ بھی لائق اتباع ہوا کرتا ہے وہ سمجھے کہ شاید مجھے اپنے اتباع کی ہدایت فرما رہے ہیں عرض کیا جی ہاں بیشک! فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہوں کہ "حلق شارب" کی میں نے جو تحقیق کی ہے وہ اپنی جگہ صحیح ہے اور میں اب بھی اسی رائے پر قائم ہوں کہ حلق ہی امر راجح ہے، باقی اسوقت جو قصر کرا رہا ہوں تو کبھی کبھی ایسا اسلئے کر لیتا ہوں کہ ہمارے حضرت تھانویؒ قینچی ہی سے باریک کرا لیتے تھے حلق نہیں فرماتے تھے اسلئے سنت شیخ پر بھی کبھی کبھی عمل کر لیتا ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ ان دونوں واقعات میں صرف اولیٰ و غیر اولیٰ کا فرق تھا تو طریقۂ شیخ بھی کبھی کبھی ایک شق کا مرجح بن جایا کرتا ہے۔ اور ایک محب و معتقد کو طریقۂ شیخ اختیار کرتے میں تسلی بھی ہو جاتی ہے۔

پس ہم نے بھی طریقہ حضرت والا اسلئے مفصل بیان کر دیا تا کہ محبین کیلئے یہ کسی درجہ میں سبب سکون بن سکے کیونکہ الحمد للہ کہ حضرت اقدسؒ اس باب میں بڑے ہی معتدل اور

اور مجاہد تھے۔ تحزب اور ٹولی بندی کو تو قطعی ناپسند فرماتے تھے انتہا یہ کہ آج لوگ خود کو جو دیوبندی وغیرہ لکھتے ہیں حضرت والا اسکو بھی کچھ زیادہ پسند نہ فرماتے تھے چنانچہ ایکمرتبہ حضرت والا بمبئی سے الہ آباد تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک اسٹیشن پر ایک مولوی صاحب اپنے دو چار احباب کو لئے ہوئے حضرت سے ملنے آئے یہ مولوی صاحب غالباً حضرت والا کے شاگرد بھی تھے اسلئے بے تکلف تھے اور ماشاء اللہ مناظر بھی تھے جتنی دیر وہ رہے اپنے سابقہ مناظروں ہی کی روداد سناتے رہے۔ جب وہ اپنی سب سنا چکے تو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ بھائی مولوی صاحب سنو! ہم نہ تو دیوبندی کو جانیں اور نہ بریلوی ہم تو محمدی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اور آپ کے طریقہ پر عمل کرنے والے ہیں اسی کو جانتے ہیں۔ اگر کوئی دیوبندی متبع سنت ہو جائے تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر اور اگر کوئی بریلی والا طریقۂ رسولؐ پر چلنے لگے تو وہ بھی ہمارا محترم ہو سکتا ہے حضرت والا سے یہ جملے سنکر وہ مولوی صاحب تو بالکل خاموش ہو گئے اور انکے ساتھیوں نے باہم کچھ گفتگو شروع کر دی بعد میں انھیں مولوی صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ دوسرے خیال کے تھے پھلوں کے بڑے تاجر تھے راستہ میں آپس میں کہتے جا رہے تھے کہ مولوی صاحب کی بات بھی سنی گئی اور ان کے پیر صاحب کے خیالات بھی معلوم ہوئے، ہاں بھائی بڑے آدمی کی بڑی بات ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب نے ہم سے یہ نہ کہا تھا کہ وہ اتنے بڑے شخص ہیں ورنہ ہم ان کے لئے پھلوں کا ہدیہ لائے ہوتے خالی ہاتھ ملے ہم سے بڑی بے ادبی ہو گئی۔

یہ واقعہ سنا کر حضرتؒ فرماتے تھے کہ دیکھو حق بات میں کتنا اثر ہوتا ہے۔ آج لوگ جو ٹولی ٹولی ہو گئے ہیں اسکی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ ہی بکھر گیا ہے ورنہ آج بھی لوگ اگر صرف سنت اور شریعت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں اور اسی کو پیش کریں تو آج بھی عوام کو دین کا حقیقی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرما دیں۔ آمین۔

(حصہ اوّل تمام ہوا)

قال ما الفتو فیہ جنید رحمۃ اللہ علیہ

(عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ)

بزرگان جماعت صوفیہ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ:

(صالحین کے حالات کے بیان کیوقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے)

(بناءً علیہ)

حالاتِ مصلح الامۃ

حصہ (یعنی) دوم

مصلح الامۃ عارف باللہ حضرت مرشدنا مقتدانا مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری (اعظمی) حنفی چشتی صابری اشرفی نور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی

(بحکم)

مخدوم و محترم جناب مولانا حافظ قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی خلیفہ و جانشین حضرت مصلح الامۃ قدس اللہ سرہ العزیز

(بقلم)

عاجز و ہیچمدان عبد الرحمن جامی عفی عنہ

مقیم خانقاہ و یکے از خدام حضرت والاؒ

Scanned by CamScanner